

الا ان اولياء اللہ لا خوف علیہم ولا لہم یحزنون ﴿۵﴾

مبدأ و معاد

تصنیف الطیب

قیوم ازل شیخ احمد، مجدد الف ثانی سرہندیؒ
حضرت

اردو ترجمہ

شیخ القرآن والحديث، مفتی، مفسر

ڈاکٹر علامہ پیر محمد عابد حسین سیفی

0321

8401546

مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور

ناشر

0334

9707302

جامعہ جیلانہ رضویہ نادر آباد لاہور کینٹ

مبدأ و معاد

تصنیف لطیف

قیوم اول حضرت شیخ احمد، مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

شیخ القرآن والحديث، مفتی، مفسر، ڈاکٹر، علامہ پیر محمد عابد حسین سیفی

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادرا آباد لاہور کینٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مبدأ و معاد
مصنف	:	قیوم اول حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
ترجمہ	:	شیخ القرآن والحديث مفتی، مفسر ڈاکٹر عابد حسین سیفی
طباعت اول	:	فروری 2009ء
زیر اہتمام	:	فیاض احمد محمدی سیفی
ناشر	:	مکتبہ محمدیہ سیفیہ
تعداد	:	1100
قیمت	:	90 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ سیفیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ فقیر آباد شریف (لکھوڈیر بندر روڈ لاہور)
مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ نقشبندیہ مجددیہ حسین ٹاؤن راوی ریان شریف
جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ
سیفیہ دواخانہ نزد گلشن مارکیٹ چوک نیولٹان، حکیم الامت صوفی محمد عمران عابدی سیفی

بَارِيَّ تَعَالَى
حَسْبُكَ

الْحَمْدُ لِلتَّوْحِيدِ

بِجَلَالِهِ الْتَفَرُّدِ

وَصَلَوْتَهُ دَوْمًا عَلَيَّ

خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

حضرت رضا بریلوی

اُس خدائے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غم ہو گئے بے شمار آقا ﷺ
بندہ ، تیرے شمار آقا ﷺ
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا ﷺ ، آقا ﷺ ، سنوار آقا ﷺ
ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری
لہو یہ بوجھ ، اتار آقا ﷺ
مجبور ہیں ہم ، تو فکر کیا ہے
تم کو تو ہے ، اختیار آقا ﷺ
میں دور ہوں ، تم تو ہو میرے پاس
سن لو ، میری پکار آقا ﷺ
پھر منہ نہ پڑے ، کبھی خزاں کا
دے دے ، ایسی بہار آقا ﷺ
جس کی مرضی ، خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ ، نامدار آقا ﷺ

احمد رضا خان بریلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفیضانِ نظر

محبوبِ سجاں مجددِ دوراں فائزِ مقامِ صدیقیت

و عبودیتِ شیخِ الاسلام، حضرت پیر

اخذِ زادہ سیفِ الرحمن

پیرِ ارچی مبارک دامت برکاتہم العالیہ

زیب آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

لکھوڈیر بندر روڈ لاہور

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے برادر طریقت شیخ حقیقت، زبدۃ الاتقیاء

حضرت میاں محمد سیفی قدس سرہ

کے جذبہ عشق رسول ﷺ کے نام کرتا ہوں

وہ جذبہ!

جو ہر لمحہ خلق خدا کی راہنمائی پر مجبور کرتا ہے

جو محبوبان خدا کی محبت پر اکساتا ہے

جو گستاخان رسول سے نبرد آزمائی پر ابھارتا ہے

جو محبت رسول کو ہر دل میں بسا دینے پر آمادہ کرتا ہے

اور

اس کوشش کو میاں صاحب کے ساتھ اپنی 30 سالہ

رفاقت کے سنہری دور کے نام کرتا ہوں کتنے ہی نشیب و فراز کیوں نہ آئے ہوں

ان کی محبت کم نہیں ہوئی

مرشد کریم کی محبت میں اور مرشد کریم پر ہرزہ سرائی کرنے والوں سے مقابلے کی یہ

سنگت بڑی پر لطف اور دلکش ہے

جو ان شاء اللہ مرتے دم تک رہے گی۔

فقیر محمد عابد حسین سیفی عفی عنہ

12-10-08

بروز اتوار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور مسلمہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت و ترویج کا سہرا اولیاء اللہ کے سر ہے تاریخ برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا نام ان بزرگوں کی فہرست میں سنہری حروف سے مرقوم ہے جنہوں نے کفر و شرک کے اندھیروں میں شمع اسلام روشن کی۔ آپ نہ صرف علوم ظاہریہ پر دسترس رکھتے تھے بلکہ علوم باطنیہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ مکتوبات شریف اس کی زندہ مثال ہیں۔

حضور مجدد الف ثانی کی تصنیف ”مبدأ و معاد“ ان اسرار و مکشوفات پر مبنی ہے جو منازل سلوک طے کرتے ہوئے آپ کے مشاہدہ میں آئے۔ راہ طریقت کے راہی کیلئے یہ کتاب ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کے مترجم پیر طریقت مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے ان احباب میں سے ہیں جو بیک وقت علوم ظاہریہ و علوم باطنیہ کے عالم ہیں میرے شیخ طریقت غوث جہاں شیخ العلماء پیر طریقت الفقیر حضرت میاں محمد سیفی حنفی مدظلہ العالی کی سلسلہ سیفیہ سے وابستگی کے 30 سال ان کی بلند پروازی اور سلسلہ کی خدمت پر شاہد ہیں۔ ان 30 سالوں میں قبلہ پیر صاحب اور

حضرت میاں محمد سیفی حنفی مبارک مدظلہ العالی کی رفاقت قابل دید ہے سلسلہ سیفیہ کیلئے ان حضرات کی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں قبلہ پیر صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ فرما کر سا لکین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کیلئے بالخصوص اور عوام اہلسنت کیلئے بالعموم عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے عالم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور آپ کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔

آمین

خادم الفقراء

میاں مطلوب احمد محمدی سیفی

ایم اے ایل ایل بی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ جھلاراں شریف

فیروز پور روڈ لاہور

چند تعارفی کلمات

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين.
 اما بعد - حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی قدس اللہ و تعالیٰ سرہ نے اپنے
 گران قدر مکتوبات شریف کے علاوہ چند رسالے بھی تحریر فرمائے جو کہ شریعت و طریقت اور
 معرفت و حقیقت کے بے بہا خزانے ہیں، جن سے علماء و فقراء مستفید و مستفیض ہو رہے
 ہیں۔ ان میں رسالہ تہلیلہ، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ مبدأومعاد، رسالہ معارف الدنیہ اور
 رسالہ ردّ روافض وغیرہ شامل ہیں۔ مگر ان میں ”رسالہ مبدأومعاد“ آفاقی شہرت کا حامل
 ہے۔ سالکان طریقت کے لئے راہ ہدایت کا روشن فانوس ہے۔ یہ رسالہ نہ صرف حضرت
 مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی احوال و کیفیات، واردات و مکاشفات اور مقامات خاصہ
 کی نشاندہی کرتا ہے، جن سے آپ کی روحانی عظمتوں کے مدارج کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ رسالہ
 الہامی علوم و معارف اور دیگر حقائق و دقائق سے بھی آگاہی بخشتا ہے۔ اس میں آپ نے
 بعض ایسے مقامات کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کے بارے میں ان سے پیشتر کسی بھی عارف کامل
 نے زبان نہیں کھولی۔ یہ مرتبہ صرف انہی کو بفضل خدا حاصل ہوا۔

اس رسالہ میں اور جن موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں مشائخ عظام کی
 تعظیم، سیرالی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ، کمالات ولایت، اقطاب و اوتاد کا مقام، عالم کبیر،
 راہ سلوک کی منزلیں، رُوح کی حقیقت، عقل معاد، فرق بعد الجمع، سید المرسلین ﷺ کا
 امتیازی مقام، شیخ اور مرید کا تعلق، وجود باری تعالیٰ اور معرفت الہی، خدا کی ذات کا مشاہدہ
 اور رویت، فرشتوں پر انسان کی فضیلت، مقام رضا، قرأت خلف الامام، حضرت امام اعظم
 کی عظمت، اولیاء اللہ کا ظاہر و باطن، موت سے پہلے موت کی حقیقت، نفی و اثبات، کلمہ طیبہ
 کی فضیلت، حقیقت قرآنی، حقیقت کعبہ، حقیقت محمدی، تقلید و اتباع کی اہمیت، پیرو استاد

کے حقوق اور سب سے بڑھ کر اتباع رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کی اہمیت وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے کس درجہ محبت کرتے ہیں اور آپ کی اتباع کو کس قدر لازم گردانتے ہیں، یہ رسالہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی تفسیر نظر آتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں
بظاہر یہ رسالہ مختصر سا نظر آتا ہے مگر فی الحقیقت اس پر سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ صادق آتا ہے۔

مرشدی و مولائی شیخ القرآن والحدیث، علامہ، مفتی، مفسر قرآن، ڈاکٹر پیر محمد عابد حسین سیفی مدظلہ العالی نے یہ ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم انداز میں تحریر فرمایا ہے تاکہ عام سالکین بھی کما حقہ مستفیض ہو سکیں اور اپنے مقدور بھر اس بحر بیکران و عمیق میں شناوری کر کے کچھ گوہر مقصود پاسکیں۔ حضرت علامہ موصوف نے اس کا ترجمہ تقریباً دو سال قبل بھی تحریر فرمایا تھا مگر کاتب نے نہ صرف سپرد قلم کرنے میں کوتاہی کی بلکہ اصل مسودے کو بھی لا پرواہی کی نذر کر کے گمشدگی کے اندھیرے میں پھینک دیا۔ اب حضرت پیر و مرشد نے خصوصی وقت نکال کر ہم جیسے مبتدی سالکوں کے لئے دوبارہ یہ ترجمہ تحریر فرما کر بہت بڑا کرم کیا ہے۔ جس کے لئے ہم عمیق قلب سے اُن کو شکر گزاری کے پھول پیش کرتے ہیں اور خدائے لم یزال سے دُعا گو ہیں کہ وہ ان کو صحت کاملہ اور عمر خضری عطا فرمائے تاکہ وہ ایسی عمدہ تحریرات کے چمن اُگاتے رہیں اور ہم اُس کے رنگ و بو سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ آمین۔

(پروفیسر) میاں مشتاق احمد عابدی سیفی

مارچ 2006ء

ریٹالہ خورد۔ ضلع اوکاڑہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں مبدأومعاد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتا ہوں اور آپ کی بزرگ اولاد پر۔ (الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ و سیدنا محمد بن المصطفیٰ و آلہ المجتبیٰ و اصحابہ الا صفیاء)۔ (ابا بعد) اس رسالہ شریفہ میں ان صاف لطائف کے اشارات اور بلند و باریک رازوں کو شامل کیا گیا ہے جو کہ بزرگ امام مخلوق خدا پر اللہ تعالیٰ کی حجت اقطاب و اوتاد کے پیشوا ابدال و افراد کے قبلہ سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) کے رازوں کے کاشف، مجدد الف ثانی الاویسی الرحمانی، عارف ربانی، شیخ الاسلام و المسلمین، ہمارے شیخ اور امام شیخ احمد الفاروقی نسا اور حنفی مذہب اور نقشبندی مشرباً، آپ کی ہدایت کے سورج بلندی پر ہمیشہ چمکتے رہیں اور لوگ آپ کے سدا بہار باغات فیض سے استفادہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ رہے اور اسی پر بھروسہ ہے، کے ہیں۔

منہا۔ جب اس درویش (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی ذات مبارک) کو راہ سلوک پر چلنے کا شوق پیدا ہوا تو خداوند جل سلطانہ کی عنایت نے اُسے (یعنی مجھے) خانوادہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے خلفائے کرام میں سے ایک خلیفہ (حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں پہنچا دیا۔ وہاں اُس نے ان بزرگان نقشبندیہ کا طریقہ سیکھا۔ اور ان عزیز (حضرت خواجہ باقی باللہ) کی خدمت میں رہا۔ اور ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے خواجگان (نقشبندیہ) کا وہ جذبہ (مقام)، جو استہلاک (فنا) کی جہت سے صفت قیومیت میں پیدا ہوتا ہے، اسے حاصل ہوا اور طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ (دوسرے سلاسل کی انتہا کو نقشبندی مشائخ اپنی ابتدا میں درج کرتے ہیں جبکہ یہ مقام دوسرے سلاسل میں آخر میں آتا ہے وہ مشائخ نقشبندیہ کی توجہ کی برکت سے ابتدا میں ہی حاصل ہو جاتا ہے) سے بھی سیراب ہونے کا موقع میسر آیا۔ اس جذبہ کے حصول کے بعد وہ

راہ سلوک پر گامزن ہوا۔ اور اس راہ کو حضرت اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحانی تربیت سے مکمل کیا۔ یعنی جو اس اسم تک جو اس (بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے رب کا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی روحانی مدد سے قابلیت اولیٰ کے اسم کہ جس کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے تعبیر کرتے ہیں، تک عروج واقع ہوا۔ اور وہاں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی دستگیری سے اس قابلیت سے اوپر عروج حاصل ہوا۔ اور وہاں سے اس مقام تک، جو کہ اس قابلیت سے بلند ہے اور قابلیت اس مقام کی تفصیل ہے اور وہ مقام اس کا مقام اجمال ہے اور وہ مقام اقطاب محمدیہ کا مقام ہے، حضرت خاتم المرسلین علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روحانی تربیت و مدد سے ترقی حاصل ہوئی۔ اس مقام تک رسائی کے لیے حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ جو کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے خلیفہ اور قطب ارشاد ہیں، کی بھی ایک طرح کی روحانی مدد شامل حال رہی۔ اقطاب کا انتہائی عروج بھی اسی مقام تک ہوتا ہے اور دائرہ ظلیت بھی اسی مقام پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خالص اصل ہے یا ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور افراد کا ایک گروہ اس مقام پر اس (عروج کی) دولت کے وصول سے ممتاز ہے۔ اور بعض اقطاب کو افراد کی صحبت کی برکت سے اس ظل کے مقام تک عروج حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اصل کا ظل کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن اصل خالق تک رسائی اور مشاہدہ درجات کے فرق کے لحاظ سے صرف افراد کو میسر ہے جو ان کے لیے مخصوص ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا عظمت والا ہے)۔ اس درویش (حضرت مجددؒ) کو قطبیت ارشاد کی خلعت، مقام اقطاب تک رسائی، سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام المبارکات والتحیات النامیات کی عنایت سے عطا فرمائی گئی اور اس منصب پر عنایت فرمایا گیا۔ اس کے بعد پھر

عنایت خداوندی جل شانہ و عم احسانہ اس کے شامل حال ہوئی اور اس سے بھی اوپر ترقی نصیب ہوئی اور ایک دفعہ ظل کے ساتھ شامل اصل تک لے گئے اور وہاں فتا و بقا کی دولت میسر آئی جیسا کہ پہلے کئی مقامات پر آئی تھی۔ اور وہاں سے اصل مقامات کے لیے وافر ترقی عنایت ہوئی اور اصل الاصل تک پہنچا دیا گیا۔ اس اخیری عروج، کہ جو مقامات اصل الاصل کا عروج ہے، پر فائز ہونے کے لیے حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی روحانی امداد شامل تھی اور ان کی قوت تصرف نے یہ تمام مقامات عبور کروا کر اصل الاصل سے ملا دیا۔ اور وہاں سے مخلوق (کی دعوت) کے لیے واپس بھیج دیا گیا اور اسی طرح ان مقامات سے واپس گزارا گیا (جیسے عروج کے وقت گزارا گیا تھا)۔ اس درویش (حضرت مجدد الف ثانی) کو ”نسبت فردیت“ کی دولت، جو عروج آخری کے ساتھ مخصوص ہے، اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی اور ان کو ایک بزرگ (حضرت شاہ کمال قادری) جو کہ قوی جذبہ کے مالک اور خوارق (و کرامت) میں بہت مشہور تھے، سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ درویش شروع میں ضعف بصیرت اور اس نسبت (نسبت فردیت) کے ظہور کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ میں اس نسبت کو سلوک کی منازل طے کرنے سے پہلے نہ پاتا تھا اور ہرگز اس کے بارے میں علم نہ رکھتا تھا۔ (منازل سلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ نسبت آغاز ہی سے درویش میں تھی)۔ نیز اس درویش کو عبادت نافلہ کی توفیق خصوصاً ادائے صلوٰۃ نافلہ میں مدد اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین قدس سرہ) جو کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سے تھے، سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس درویش کو علوم لدنی حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیة کی روحانیت سے حاصل ہوئی۔ لیکن اس وقت جب مقام اقطاب کو عبور کر لیا تھا۔ پھر اس مقام کو عبور کرنے اور مقامات عالیہ میں ترقی حاصل کرنے کے بعد اپنی حقیقت کے بارے میں از خود علوم کا اخذ کرنے لگا۔ کسی

غیر کی مجال نہ تھی کہ درمیان میں دخل دیتا پھر اس درویش کو نزول کے وقت کہ جس کو مسیرو عن اللہ باللہ کہتے ہیں، دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور واقع ہوا۔ اور ہر ایک مقام سے وافر حصہ ملا اور ہر مقام کے مشائخ اس کے مددگار و معاون رہے۔ اور اپنی اپنی نسبت کے جواہر سے خوب نوازا۔ سب سے پہلے اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گزر واقع ہوا اور اس مقام سے اسے بہت زیادہ بہرہ مند کیا گیا۔ وہاں کے مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے دوسروں کی نسبت زیادہ امداد فرمائی۔ حق بات تو یہ ہے کہ وہ اس مقام میں عظیم شان رکھتے ہیں اور آپ اس مقام کے رئیس (سردار) ہیں۔ اس کے بعد اکابر کبرویہ (منسوب بخواجہ شیخ نجم الدین گبری قدس اللہ تعالیٰ سرہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گزر واقع ہوا۔ یہ دونوں مقام (یعنی مقام چشتیہ اور مقام کبرویہ) عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن یہ (دوسرا) مقام نزول کے وقت میں فوق سے اس شاہراہ کی دائیں جانب ہے۔ اور پہلا مقام اس صراط مستقیم سے بائیں جانب ہے۔ اور یہ شاہراہ وہ راستہ ہے کہ جس پر چل کر بعض اکابر اقطاب ارشاد، مقام فرودیت کی جانب چلے جاتے ہیں اور انتہا کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اکیلے لوگوں کا راستہ دوسرا ہے (یعنی الگ ہے) قطبیت (کے حصول) کے بغیر اس شاہراہ سے نہیں گزر سکتے۔ (کبرویہ کا) یہ مقام، مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہے، اس طرح کہ برزحیت (واسطہ) ان دونوں مقامات کے درمیان میں ہر دو اطراف سے بہرہ مند ہے اور مقام اول اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے کہ جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اکابر سہروردیہ کے مقام کہ جس پر شیخ شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ جیسے بزرگ ہیں، پر گزر واقع ہوا یہ مقام اتباع سنت علی مصدرها الصلوٰۃ والسلام والتسبیحۃ کے نور سے آراستہ ہے اور مشاہدہ فوق الفوق کی نورانیت سے سجا دیا گیا ہے اور عبادات کی توفیق اس مقام کی ساتھی ہے (یعنی عبادتوں کی توفیق سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے)

اور بعض سالک جو اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے وہ نفعی عبادتوں میں مشغول ہیں اور وہیں آرام (سکون) کرتے ہیں۔ انہیں اس مقام میں اس مقام کی مناسبت کے وسیلہ سے کچھ حاصل جاتا ہے کیونکہ دوسروں کے لیے نفعی عبادات ہی اس مقام کیلئے مناسب ہیں۔ مبتدیوں (ابتدا والے) اور منجھیوں (انتہا والے) کو اس مقام کی مناسبت کے واسطے سے حصہ ملتا ہے اور یہ مقام بہت اعلیٰ اور بزرگ ہے۔ اس مقام میں جو نورانیت مشاہدہ میں آئی ہے وہ دوسرے مقامات میں کم ہے۔ اس مقام کے مشائخ (اکابر سہروردیہ) کمال اتباع سنت کے وسیلہ سے عظیم الشان اور بلند رتبہ والے ہیں اور اپنے جیسے لوگوں میں انہیں جو کچھ رتبہ اس مقام میں ملا ہے مکمل امتیاز رکھتے ہیں۔ دیگر مقامات میں انہیں یہ رتبہ حاصل نہیں، اگرچہ عروج کے اعتبار سے بلند تر ہیں۔

اس کے بعد (اس فقیر کو) مقام جذبہ میں نیچے لے آئے۔ اور یہ مقام بے حساب مقامات جذبات کا مجموعہ ہے۔ پھر اس کے بعد مزید نیچے لے آئے جو نزول کے مراتب سے مقام قلب تک ہے جو کہ حقیقت جامعہ ہے اور ارشاد و تکمیل کے لیے نیچے لانا اس مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں نیچے لے آئے۔ اس سے پیشتر کہ اس مقام میں سکون و قرار ملتا پھر عروج واقع ہوا۔ اس مرتبہ اصل کو بھی ظل کی مانند واپس کیا گیا۔ اس عروج سے کہ جو مقامات قلب میں واقع ہوا، بڑی عزت افزائی ہوئی۔ والسلام۔

منہا۔ قطب ارشاد جو کہ کمالات فردیت کا جامع بھی ہوتا ہے بہت کم (نظر میں) آتا ہے یعنی اس قسم کا قیمتی گوہر کئی صدیوں اور زمانوں کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اس کے نور کے ظہور سے یہ تاریک دنیا منور اور روشن ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ارشاد و ہدایت کا نور، تمام عالم کو شامل ہے۔ عرش کے کنارے سے لے کر زمین کے نیچے تک ہر کسی کو ہدایت، نیکی، ایمان اور معرفت (اسی کی راہ سے) حاصل ہو جاتی ہے یعنی جو اس کی (ہدایت کے) راہ پر چلتا ہے وہ مستفید ہوتا ہے اور اس سے تعلق نہ رکھنے والے کو (رشد و ہدایت کی) یہ دولت نصیب نہیں

ہوتی۔ مثلاً اس کی ہدایت کا نور ایک وسیع سمندر کی طرح تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ سمندر گویا منجمد ہے اور قطعاً حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص کہ جو اس بزرگ (قطب و ارشاد) کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پورا اخلاص رکھتا ہے یا وہ بزرگ اس طالب کے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو توجہ کے سبب گویا طالب کے دل میں ایک کھڑکی کھل جاتی ہے اور اس کی توجہ اور اخلاص کے بقدر وہ اس دریائے ہدایت سے سیراب ہوتا ہے۔ (یعنی جس قدر توجہ اور اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر سیری زیادہ ہوگی)۔ اور اسی طرح ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے اور اس بزرگ کا انکار نہ کرتے ہوئے توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کو پہچانتا بھی نہیں تو اُسے بھی اس جگہ اسی قسم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر ایسا کوئی شخص کہ جو اس بزرگ کا انکار کرتا ہے یا وہ بزرگ اس شخص کی طرف توجہ نہیں کرتے تو ایسا شخص اگرچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے۔ اس کا انکار ہی اس کے فیض کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے خسارہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہدایت کی حقیقت اس (شخص) سے غائب ہو جاتی ہے۔ ہدایت کی صورت لایعنی صورت بن کر اس کے لیے بہت کم نفع دینے والی ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ کہ جو اس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں اگرچہ وہ توجہ اور ذکر الہی سے خالی ہوں مگر ان بزرگوں سے محض محبت رکھنے کے واسطے سے انہیں رشد و ہدایت کا نور نصیب ہو جاتا ہے۔ (یعنی ایسے لوگوں کو ان بزرگوں سے فیض رشد و ہدایت کی صورت میں مل جاتا ہے)۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ (ان پر سلام جنہوں نے ہدایت کی اتباع کی)۔

منہا۔ اس درویش (حضرت مجدد) پر سب سے پہلے جو دروازہ کھولا گیا ”ذوق یافت“ تھا ”یافت“ نہ تھا۔ دوسرے (دروازہ پر) ”یافت“ میسر ہوا تو ”ذوق یافت“ غائب ہو گیا اور تیسرے (دروازہ پر) ”یافت“ بھی ”ذوق یافت“ کی مانند ناپید ہو گیا۔ پس دوسری حالت

ولایت خاصہ کے درجہ کے وصول اور کمال کی حالت ہے۔ اور تیسرا مقام مخلوق کو دعوت دینے کے لیے تکمیل اور رجوع کا مقام ہے اور سابقہ حالت محض جہت جذبہ میں کمال ہے۔ جب (کوئی سالک) سلوک کے راستے پر چل کر اسے مکمل کر لیتا ہے تو اسے حالت ثانی حاصل ہو جاتی ہے اور پھر حالت ثالث بھی۔ اور جو فقط مجذوب ہے اسے حالت ثانی اور حالت ثالث سلوک سے بھی قطعاً نصیب نہیں ہوتی۔ پس کامل و مکمل وہ ہے جو مجذوب سالک ہے اور اس کے بعد سالک مجذوب ہے۔ اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ قطعاً کامل و مکمل نہیں ہے۔ پس خسارے والوں میں سے نہیں ہونا چاہیے۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَشَرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ الْاَظْهَرُ۔

منہا۔ اس درویش (حضرت مجدد) کو ماہ ربیع الآخر کے آخری دنوں میں ایک عزیز محترم (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ) جو کہ اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے ہیں، کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اور ان سے اس سلسلہ کے طریقہ سے مستفید ہوا (یعنی بیعت کی)۔ اسی سال کے ماہ رجب کے نصف میں نقشبندیہ کے حضور کہ جس میں نہایت (آخر) کا اندراج، ہدایت (ابتدا) میں ہے، کی سعادت حاصل کی۔ (حضور سے مراد حیات قلبی کی سعادت کا حصول ہے جو اس عظیم سلسلہ عالیہ کا پہلا قدم ہے۔ اسی کو حضور قلب سے تعبیر کیا گیا ہے جو سالک کو مرہدِ کامل و مکمل کی ابتدائی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے)۔ اور ان بزرگ عزیز (حضرت خواجہ باقی باللہ) نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ سے مراد یہی حضور ہے۔ پورے دس سال اور کچھ مہینے اوپر ماہ ذی القعدہ کے ابتدائی دنوں میں وہ نہایت کہ جو ہدایت میں ہدایات اور اوساط کے چند پردوں کے پیچھے جلوہ گر تھی، پردہ پھاڑ کر جلوہ گر ہو گئی۔ اور یقین ہو گیا کہ ہدایت میں اس اسم کی صورت تھی، اس پیکر کا جسم تھی اور اسم کو یہی نام دیا گیا تھا۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔ (ان دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے)۔ اس مقام پر حقیقت کا رطاہر ہو گئی اور یہاں معالے کا بھید کھل گیا۔ مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَذُرْ۔ (جب تک

کوئی شخص کسی کو چکھتا نہیں اس کے ذائقے سے ناواقف ہوتا ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا والہ الا کرام و اصحابہ العظام۔ (سیدالانام، آپ کی آل کرام اور آپ کے عظیم صحابہ پر سلام ہو)۔

منہا۔ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ والضحیٰ) ترجمہ۔ (اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو)۔ یہ درویش ایک دن اپنے حلقہ یارانِ طریقت میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی (اندر کی) خرابیوں کو نظر میں رکھے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ یہ خیال (نظر) غالب آ گیا کہ میری اس طریق کے ساتھ بے مناسبتی آخری حد تک پہنچ گئی ہے (یعنی قطعاً کوئی نسبت نہیں ہے)۔ اس وقت مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اُسے بلندی عطا فرماتا ہے) کے حکم کے مطابق انہوں نے اس نغمے کو ذلت کی مٹی سے اٹھایا اور اس کے باطن میں یہ ندا آئی۔ غَفَرْتُ لَكَ وَ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ بِوَسِيَّةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاَسِيَّةٍ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (میں نے تجھے اور ان افراد کو بھی جو قیامت تک تیرے ساتھ مناسبت رکھیں گے، بخش دیا۔ خواہ یہ مناسبت بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ)۔ اور (اس کرم نوازی کو) تکرار کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا کہ اب شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ والحمد لله سبحانہ علی ذلک حمد کثیرا طيبا مبارکاً فيه مبارکاً عليه و كما يحب ربنا و يرضى. والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد والہ كما یحیی (اور اس (نعمت) پر اللہ سبحانہ کی بے حد حمد و ثنا ہے۔ ایسی حمد و ثنا جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو جیسی کہ ہمارا رب پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔ اور اس کے رسول، ہمارے سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پر لاتعداد درود و سلام ہو جس طرح ان کے لائق ہے)۔ اس کے بعد مجھے اس واقعہ کو ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن
ترجمہ۔ اگر بادشاہ (سردار) بوڑھی عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرماتا ہے تو اے خواجہ تجھے

چاہیے کہ حسد نہ کر۔

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ (یقیناً تیرے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے)۔
منہا۔ سیر الی اللہ سے مراد اللہ جل شانہ کے کسی ایک اسم تک کی سیر ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں سیر کرنا ہے یعنی اسماء و صفات و شیونات و اعتبارات کے لحاظ سے مجرد ذات احدیت کی بارگاہ میں پہنچ جائے اور یہ بات اس انداز پر درست ثابت ہوتی ہے کہ اسم مبارک اللہ سے مراد مرتبہ و جوہ لیا جائے کہ جو اسماء و صفات کا جامع ہے۔ لیکن اگر اس اسم مبارک سے مراد ذات محض لیا جائے تو اس صورت میں سیر فی اللہ بھی اس معنی میں سیر الی اللہ میں داخل ہو جائے۔ اور سیر فی اللہ ہرگز اس انداز پر متحقق نہ ہوگی کیونکہ یہ سیر نہایت النہایت کے نقطہ میں متصور نہیں ہے۔ اور اس نقطے پر پہنچنے کے بعد بغیر رُ کے عالم کی طرف رجوع کرنا ہے اس سے مراد سیر عن اللہ باللہ ہے۔ یہ ایسی معرفت ہے جو نہایت النہایت کے واصلوں کے لیے مخصوص ہے۔ اولیاء اللہ میں سے اس درویش کے سوا اس معرفت پر کسی اور نے کلام نہیں کیا۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء والحمد لله رب العالمین۔ والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ اجمعین۔ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سید المرسلین حضرت محمد اور آپ کی تمام آل پر درود و سلام ہو)۔

منہا۔ ولایت کے کمالات کی سیر میں مختلف مراتب ہیں۔ بہت سوں کو اس ولایت کے درجات میں سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد ہے۔ بعض دوسروں کو دو درجات کی استعداد حاصل ہے اور کسی کسی کو پانچ درجات کی استعداد حاصل ہے۔ وَهُمْ إِلَّا قَلُونِ۔ (اور ایسے افراد بہت کم ہیں)۔ ان پانچوں درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول افعال کی تجلی سے وابستہ ہے۔ دوسرا درجہ صفات کی تجلی سے وابستہ ہے۔ اور آخری تین درجات تجلیات ذاتیہ سے مربوط ہیں

- عَلِي تَفَاوُتِ دَرَجَاتِهَا - (ان درجات کے مختلف مدارج ہیں)۔ اس درویش کے یاروں میں سے اکثر تیسرے درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ درجات مذکورہ میں بہت قلیل ہیں جو چوتھے درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور نہایت کم ہیں جو پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ پانچواں درجہ ولایت کے درجات کا آخری (بلند) درجہ ہے۔ لیکن جس کمال کو یہ درویش معتبر سمجھتا ہے وہ ان درجات سے الگ اور بلند تر ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ یہ جذبہ اور سلوک کے کمالات سے بھی بلند ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کمال کا ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ہوگا۔ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَرِيَّةِ۔

منہا۔ نہایت نہایت کے واصلوں کو رجعتِ قہقری (پیچھے ہٹنا) کے وقت اسفل کی طرف نزول غایات درجہ کا ہوتا ہے اور نہایت نہایت کے وصول کی طرح یہی غایت الغایت کا نزول ہے۔ اور جب یہ نزول اس خصوصیت سے وقوع پذیر ہوتا ہے تو صاحبِ رجوع مکمل طور پر عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کی کچھ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور کچھ توجہ مخلوق کی طرف۔ یہ نہایت نہایت کی طرف عدم وصول اور غایت الغایت کی طرف عدم نزول کی علامت ہے۔ غایۃ مافی الباب۔ نماز کی ادائیگی کے وقت، جو مومن کی معراج ہے، صاحبِ رجوع کے لطائف پر جنابِ قدس جل سلطانہ کی خاص توجہ پڑتی ہے۔ جب تک کہ وہ نماز میں کھڑا رہتا ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر اس کی توجہ مکمل طور پر مخلوق کی طرف ہو جاتی ہے۔ لیکن فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے وقت اس کے چھ لطائف جنابِ قدس جل شانہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور نوافل کی ادائیگی کے وقت محض ان لطائف کی نوازشیں متوجہ ہوتی ہیں۔ حدیث۔ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ۔ (میرے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب ایک وقت ہے)، میں ممکن ہے کہ اس خاص وقت کی طرف اشارہ ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور قرینہ تعین کا اشارہ بھی اس حدیث کی طرف ہو سکتا ہے۔ حدیث۔ فَرَسًا غَنِيْنِي لِيْ

الصَّلوة. (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔ اس قرینہ کے علاوہ کشف صحیح اور واضح الہام ہے۔ یہ معرفت اس درویش کے معارف مخصوصہ میں سے ہے۔ مشائخ عظام اس کمال کو جمع بین التوجہین میں سمجھتے ہیں۔ والامر الی اللہ سبحانہ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمھا واکملھا۔ (میں اپنا کام اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمھا واکملھا کی متابعت کو لازم کیا)۔

منھا۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ ولایت کا مرتبہ حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں اور سلوک میں سیر الی اللہ کے دوران جو آفاقی مشاہدہ (بیرونی مشاہدہ) میسر ہوا تھا، وہ معتبر نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس درویش پر ظاہر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اندرونی مشاہدہ بھی بیرونی مشاہدہ کی طرح معتبر نہیں ہے۔ وہ مشاہدہ درحقیقت حق تعالیٰ سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے چون و بے چگونہ (بے مثل اور بے کیف) ہے۔ جس کی آئینہ چون میں گنجائش نہیں۔ تو کیا آئینہ آفاق اور کیا آئینہ نفس؟ (وہ کسی میں نہیں سما سکتا)۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج، نہ عالم سے ملا ہوا ہے اور نہ عالم سے جدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رویت و ظہور نہ عالم کے اندر ہے اور نہ عالم سے خارج میں ہے۔ وہ نہ عالم سے اتصال (ملاپ) رکھتا ہے اور نہ اس سے منفصل (الگ ہے)۔ لہذا آخر کار اس کے دیکھار کو بلا کیف کہا گیا ہے۔ جو عقل و وہم کے دائرہ سے خارج ہے۔ دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ دیدار نہیں، لیکن دیدار کی مانند ہے۔ یہ ایسی عظیم دولت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد بہت کم کسی کو اس دولت کی سعادت بخشی گئی ہے۔ اگرچہ آج یہ بات غیر از قیاس معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ اس کو قبول نہیں کرتے (یعنی اس پر یقین نہیں رکھتے)۔ تاہم اس عظیم نعمت کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔ تنگ

نظر لوگ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور ان شاء اللہ مستقبل میں یہ نسبت اس خصوصیت کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ظاہر ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفى صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیمات علیہ و علی الہ واصحابہ اجمعین۔

منہا۔ جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس حاضر ہو تو شیخ کو چاہیے کہ پہلے طالب کو تین تا سات مرتبہ استخارہ کے تکرار کا حکم دے۔ اگر ان استخاروں کے بعد طالب میں کوئی تذبذب یا شک و شبہ پیدا نہ ہو تو شیخ اس (کی تربیت) کے کام کا آغاز کرے۔ پہلے اس کو توبہ کا طریقہ سکھائے اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے کا حکم دے۔ کیونکہ توبہ کے حصول کے بغیر اس راہ (سلوک) میں قدم رکھنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ لیکن چاہیے کہ توبہ کے حصول میں بقدر اجمال اکتفا کرے اور توبہ کی تفصیل کو مستقبل پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں بہت کمزور ہیں۔ اگر آغاز ہی سے تفصیل توبہ کے حصول کی تکلیف دی جائے تو لازماً اس کے حصول میں کافی عرصہ لگے گا۔ اس دوران ممکن ہے کہ طالب سستی کا شکار ہو جائے اور (اصل) مقصد کے حصول کو چھوڑ دے۔ بلکہ (ممکن ہے) مکمل توبہ بھی نہ کر سکے۔ اس کے بعد طالب کی اصل استعداد کے مطابق (سلوک کی) تربیت کرے۔ اور اس کی قابلیت کے مناسب اس کو تعلیم دے اور اس کے کام میں مناسب توجہ رکھے اور اس کے حال کے مناسب اس کی توجہ میں رعایت کرے۔ راہ سلوک کے آداب و شرائط اس سے بیان کرے۔ قرآن و سنت کی متابعت (پیروی) اور سلف صالحین کی تعلیم کی ترغیب دے۔ اور (طالب) یہ جان لے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب کا حصول بہت مشکل ہے اور یہ بھی (طالب کو) بتا دیا جائے کہ وہ تمام کشف اور احوال جو اسے پیش آئیں اگر بال برابر بھی کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو ان پر اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے استغفار کرے۔ اور (طالب کو) اس بات کی نصیحت کرے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء (تصورات) کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرے۔ اور

ضروری فقہی احکام کی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ اس علم پر عمل کرنے کی بھی تاکید کرے۔ کہ ان دو بازوؤں یعنی اعتقاد اور عمل کے بغیر اس راہ (سلوک) میں پرواز کرنا میسر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ کھانے میں بڑی احتیاط کرے۔ جو کچھ مل جائے نہ کھائے۔ اور جہاں کہیں سے کھانے کو جو ملے تناول نہ کرے۔ جب تک کہ واضح شریعت کے مطابق اس سلسلے میں فتویٰ نہ مل جائے۔ (یعنی جب تک شریعت اس کی اجازت نہ دے، استعمال میں نہ لائے)۔ مختصر یہ کہ تمام امور میں آیت کریمہ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (سورہ الحشر۔ آیت ۷) یعنی (جو کچھ اللہ کا رسول ﷺ عطا فرمائے اسے قبول کرو اور جس سے منع فرمائے اس سے رک جاؤ)، کے حکم کو اپنا نصب العین بنائے۔

طالبان کا حال دو حکموں سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ اہل کشف و معرفت سے ہوں گے یا اربابِ جہل و حیرت میں سے۔ لیکن (راہ سلوک کی) منازل طے کرنے اور پردے ہٹ جانے کے بعد واصل ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک خود وصول کا تعلق ہے تو کسی ایک جماعت کو دوسری پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ دو اشخاص دُور دراز کا سفر طے کر کے کعبہ تک پہنچتے ہیں۔ ایک راستے کی منزلوں کو دیکھتا چلا گیا اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی استعداد کے مطابق سمجھتا چلا گیا اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھیں بند کر کے گزرتا گیا (یعنی نظر انداز کیا) اور (ان منزلوں کی) تفصیل جانے بغیر کعبہ تک پہنچ گیا۔ دونوں شخص اپنے طور پر کعبہ تک پہنچنے میں برابر ہیں۔ اس رسائی میں کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ راستے کی منازل کی معلومات / پہچان میں دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ مطلوب تک پہنچ جانے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ لان المعرفة فی ذات اللہ تعالیٰ جہل و عجز عن المعرفة (اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت میں جہل اور عجز کیا جائے)۔

جاننا چاہیے کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے کیلئے دس مقامات سے گزرنا ہوتا ہے۔

(واضح ہو کہ وہ دس مقامات یہ ہیں: توبہ۔ انابت۔ زہد۔ قناعت۔ ورع۔ صبر۔ شکر۔ توکل۔ تسلیم اور رضا)۔ اور یہ مقامات ان تین قسم کی تجلیات سے وابستہ ہیں (۱) تجلی افعال (۲) تجلی صفات (۳) تجلی ذات۔ اور ان میں سے مقام رضا کے علاوہ باقی سب تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ اور مقام رضا، تجلی ذات حق تعالیٰ و تقدس سے وابستہ ہے۔ اور محبت ذاتیہ میں محبت کے لیے محبوب کی جانب سے دکھ اور آرام دونوں لازم ہیں۔ (یعنی دونوں محبت کے لیے مفید ہیں)۔ پس اس مقام میں لازمًا رضا نصیب ہوتی ہے اور ناپسندیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں حد کمال تک پہنچنا تجلی ذات کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کہ جس کے ساتھ مکمل فنا وابستہ ہے۔ لیکن باقی نو مقامات کا حصول تجلی افعال و تجلی صفات سے ہی ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب کبھی (سالک) اللہ تعالیٰ کی قدرت اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف کھاتا ہوا اور ڈرتا ہوا تقویٰ کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیرات پر صبر کرتا ہے۔ بے صبری اور کمزوری کو چھوڑ دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو تمام نعمتوں کا مالک جانتا ہے، اسی کو عطا کرنے والا، روکنے والا، سمجھتا ہے تو ناچار مقام صبر میں آجاتا ہے تو توکل میں راسخ قدم ہو جاتا ہے (یعنی توکل میں اس کا یقین پختہ ہو جاتا ہے)۔ اور جب نرمی و مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے تو وہ مقام رجا (امید) میں آجاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتباری دکھائی دیتی ہے تو مجبوراً (اس کے دل میں) دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ فقر کو اختیار کرتا ہے۔ اور زہد و تقویٰ کو اپنا تیرہ بنا لیتا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب کے ساتھ حصول صرف سالک مجذوب کے لیے مخصوص ہے۔ اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طور پر طے کرتا ہے کیونکہ عنایت ازلی نے اسے ایسی محبت میں گرفتار کیا ہے کہ ان مقامات کی تفصیل کی طرف راغب ہونا اس کی طاقت میں نہیں رہتا۔ اس محبت کے زیر اثر ان مقامات کا نچوڑ

(مقصود) اور ان منازل کا خلاصہ اسے مکمل طور پر حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحب تفصیل (سالک مجذوب) کو میسر نہیں ہوتا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

منہا۔ طالب کو چاہیے کہ وہ آفاقی (بیرونی) اور انفسی (اندرونی) باطل معبودوں کی نفی کرنے کا پورا اہتمام کرے اور معبود برحق کے اثبات کی جانب جو کچھ اس کے فہم اور وہم کے دائرہ میں آئے اس کو بھی زیر نفی داخل کرے اور اس کی موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس جگہ پر وجود کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (حق تعالیٰ کو) وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہیے۔ علمائے اہل سنت نے کیا خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سبحانہ تعالیٰ پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود کے علاوہ دیگر امر کا اثبات نہ کرنا، یہ نظر کا قصور ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ”مالک الودود (حق سبحانہ) کی دنیا، عالم وجود سے اوپر ہے“۔ اس درویش (حضرت مجدد الف ثانی) کو جب عالم وجود سے اوپر گزارا گیا تو کچھ عرصہ تک مغلوب الحال رہا اور اپنے آپ کو علم تقلیدی (علم تحقیقی و کشفی) کی رو سے اہل اسلام میں شمار کرتا رہا۔ مختصر یہ کہ جو کچھ عقل و شعور میں آسکتا ہے وہ بھی بطریق اولیٰ ممکن ہی ہوگا۔ فسبحان من لم يجعل للخلق اليه سبيلا الا بالعبز عن معرفته (پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لیے صرف اور صرف معرفت سے عجز کی راہ بنائی)۔ وہ گمان نہیں کرتے کہ اس فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ممکن واجب ہو جائے کیونکہ وہ محال ہے اور قاب حقائق کو لازم ہے۔ پس جب عجز کے بغیر ممکن واجب نہیں ہوتا تو واجب تعالیٰ کے اور آپ سے ممکن نصیب نہیں ہوتا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کا بنجا ہمیشہ باد بدست ست دام را
ترجمہ۔ عنقا کبھی کسی شکاری کے جال میں نہیں پھنستا۔ کیونکہ یہاں (عنقا کی بجائے) ہمیشہ
ہو اتی جال میں پھنستی ہے۔ یعنی ایسی کوشش بے سود ہوتی ہے۔ عنقا ایک فرضی پرندہ ہے جو
نہیں نہیں ہوتا)۔ بلند ہمتی اسی طرح اپنے مطلب کی خواہش مند ہوتی ہے مگر اس سے کچھ

ہاتھ نہیں آتا اور اس سے کچھ اتا پتا نہیں ملتا۔ ایک جماعت ہے کہ اپنے مطلب کی خواہش مند ہے کہ اس کو اپنا عین پاتی ہے اور اس سے اپنا قرب و ساتھ پیدا کر لیتی ہے۔

ع آں ایشانند من چہنیم یارب

ترجمہ۔ یارب وہ اُس طرح کے ہیں اور میں اس طرح کا ہوں۔ (یعنی کہاں وہ اور کہاں میں)۔ والسلام۔

منہا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ ہر شیخ کے آئینے کی دو جہتیں ہیں۔ لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں ہیں۔ اس کلمہ کی قدسیہ کی مانند اس زمانے تک اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس حوالے سے کوئی اشارہ یا رمز بھی بیان نہیں کی ہے۔ اس حقیر نا چیز کی کیا جرأت کہ اس کی تشریح کی کوشش کرے یا اپنی زبان کھولے۔ لیکن جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معمر کا بھید اس حقیر پر کھول دیا اور اس کی اصل حقیقت ظاہر کر دی تو دل میں آیا کہ اس پوشیدہ گوہر کا اظہار کرتے ہوئے (اسے) ضبط تحریر میں لے آؤں اور زبان ترجمان سے تقریر کے محل میں لے آؤں۔ استخارہ کی ادائیگی کے بعد اس کا آغاز کر دیا۔ والمسئول من اللہ سبحانہ العصمة والتوفیق۔ (اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ (غلطی) سے بچائے اور (حق بیان کرنے کی) توفیق دے)۔

جاننا چاہیے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قالب ہے جو روح اور نفس کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔ اور دو جہتوں سے مراد روح کی جہت اور نفس کی جہت لیا جاتا ہے۔ پس مشائخ پر مقام قلب کے وصول کے وقت ان دونوں جہتوں کا انکشاف کیا جاتا ہے اور ان دونوں مقامات کے علوم و معارف جو قلب کے مناسب ہیں، سے فیضیاب کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کے برعکس حضرت خواجہ (نقشبند) ان سے ممتاز ہیں اور ان کے وطن میں نہایت کوربت میں درج کیا گیا ہے۔ اور اس طرح ان کے آئینہ قلب میں چھ جہتیں پیدا کی گئی ہیں۔

ان کا یہ فرمان اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابرین پر منکشف کر دیا گیا ہے جو کچھ تمام انسانوں میں لطائفِ ستہ سے ثابت ہے وہ فقط ان کے قلب میں متحقق ہے۔ اور شش جہت (چھ جہتیں) سے مراد نفس، قلب، روح، سر، خفی اور اٹھی کے چھ لطائف ہیں۔ پس باقی تمام مشائخ کی سیر ظاہر قلب پر ہے اور ان (نقشبندیہ) بزرگوں کی سیر قلب کے باطن میں ہے۔ اور اس سیر سے ابطن بطون (پوشیدہ مقامات) تک پہنچتے ہیں۔ اور چھ لطائف کے علوم و معارف مقام قلب میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن مقام قلب کے مناسب جو علوم ہیں یہی ہیں۔ حضرت خواجہ (نقشبند) قدس اللہ تعالیٰ کے اس کلمہ قدسیہ کا مفہوم اس مقام میں اس حقیر پر ان بزرگوں کی برکت سے زیادہ سے زیادہ واضح ہوا ہے۔ تحقیق کے بعد توفیق اور آیتہ کریمہ **وَأَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو) کے حکم کے مطابق اس مزید کی رمز اور اس توفیق کا اشارہ ظاہر کر دیا ہے۔ اور یہ اللہ سبحانہ والعمصمۃ کی توفیق سے ہے۔ جان لو کہ قلب قلب بھی لطائف پر مشتمل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن قلب قلب میں دائرہ کی تنگی یا خفیہ راز (جو ظاہر نہیں کیا گیا) کی وجہ سے ان چھ لطائف میں سے دو لطائف یعنی نفس اور اٹھی جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ یہی حال ہے اس قلب میں جو تیسرے مرتبے میں ہے، سوائے اس کے کہ اس میں خفی لطیفہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبے میں ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس لیے لطیفہ سر بھی۔ باوجودیکہ لطیفہ قلب اور لطیفہ روح اس میں ظاہر ہوتے ہیں اور پانچویں مرتبہ میں لطیفہ روح بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس قلب محض ہی باقی رہ جاتا ہے اور وہ بسیط (فراخ) صرف ہے۔ جس میں کسی چیز کا ہرگز اعتبار نہیں۔ اور مناسب ہے کہ ان (باتوں) کو یہاں معلوم کیا جائے جن کے بعض معارف عالیہ ہیں تاکہ ان کے وسیلہ سے نہایت النہایت اور غایت الغایت تک پہنچنا نصیب ہو۔ پس میں اللہ سبحانہ کی توفیق سے بیان کرتا ہوں کہ وہ سب کچھ جو عالم کبیر میں تفصیلی طور پر ظاہر ہے وہ عالم صغیر میں اجمالی طور پر ظاہر ہے۔ عالم صغیر سے ہم انسان مراد

لیتے ہیں۔ پس جب عالم صغیر کا زنگ دُور کر دیا جاتا ہے اور وہ متور ہو جاتا ہے تو بطریق آئینہ وہ سب جو عالم کبیر میں تفصیلاً تھا، اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زنگ کی دُوری اور نور کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو گیا ہے۔ پس اس کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہو گیا ہے۔ اور یہی حال یا کیفیت اس قلب میں ہے کہ جس کی عالم صغیر کے ساتھ نسبت ہے۔ جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے یعنی اجمالی طور پر اور تفصیلی طور پر۔ جب عالم اصغر کا زنگ دور کر دیا جاتا ہے تو یہی عالم قلب ہے۔ اور جب اس پر چھائی ہوئی ظلمت ختم کر دی جائے تو آئینے کی طرح اس میں وہ کچھ ظاہر ہو جاتا ہے جو عالم صغیر میں تفصیلی طور پر ہوتا ہے۔ اور یہی کیفیت قلب قلب میں ہے جس کو اجمالی اور تفصیلی انداز میں قلب کی طرف نسبت کی جاتی ہے اور اس میں تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے، بعد اس کے کہ وہ مجمل تھا بسبب صفائی اور نورانیت کے۔ اور اسی قیاس کے مطابق (حال ہے) اس قلب کا جو تیسرے مرتبہ میں ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں۔ اور اسی طرح کی تفصیل جو سابقہ مرتبوں میں تھی ان دونوں (مرتبوں) میں بھی ظاہر ہوتی ہے، زنگ کی دُوری اور نورانیت کی وجہ سے۔ اور اسی طرح وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے بے شک اس میں اپنی وسعت ہونے کے باوجود اور کسی شے کا اعتبار نہ ہونے کے باوجود کامل صفائی کے بعد وہ سب کچھ ظاہر ہو جاتا ہے جو تمام جہانوں میں عالم کبیر اور عالم صغیر اور عالم اصغر اور اس کے علاوہ جتنے عالم ہیں، میں ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس وہ قلب قلب تک ہے لیکن سب سے زیادہ وسیع ہے اور ایسا کشادہ کہ کشادہ ترین ہے۔ اور قلیل ہو کر بھی اکثر ہے۔ اور تمام اشیاء میں سے کوئی شے بھی اس صفت کے ساتھ پیدا نہیں کی گئی (یعنی جو صفت اس قلب میں ہے وہ کسی اور میں نہیں)۔ اور اس کے صانع یعنی بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ جتنی مناسبت اس کی ہے کسی اور کی نہیں۔ اس نادر لطیفہ سے اس کے صانع (اللہ تعالیٰ سبحانہ) کی وہ عجیب نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو باقی مخلوق میں سے کسی سے بھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ اسی لیے

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری گنجائش نہ میری زمین میں ہے نہ آسمان میں (یعنی میں ان میں سما نہیں سکتا) لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا دل رکھتا ہے۔ اور عالم کبیراگرچہ ظہور کے لیے تمام آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کے باوجود اس کی اس ذات (باری تعالیٰ) کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ (وہ ذات) جس میں ہرگز نہ کثرت ہے اور نہ تفصیل ہے ذرہ بھر بھی۔ (اور جو ذات کے ساتھ مناسبت کے لائق ہے) وہ تنگ ہے لیکن: بہت وسیع ہے۔ کشادہ ہے اور کشادہ ترین ہے۔ قلیل ہے اور اکثر ہے۔ جیسا کہ واضح ہے۔ پس جب عارف اتم معرفت اور اکمل شہود تک پہنچ جائے تو اس مقام کا وجود بزرگ اور شریف ہے۔ اس مقام کے رتبہ (میں پہنچ کر) وہ عارف تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب ہو جاتا ہے اور وہ (عارف) ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پس اقطاب، اوتاد، اور ابدال اس کی ولایت کے دائرہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور افراد، اوحاد اور اولیاء کے تمام گروہ اس کی ہدایت کے انوار کے تحت درج ہوتے ہیں۔ کیونکہ (ایسا عارف) رسول ﷺ کا قائم مقام اور اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ اور اس شریف اور بزرگ نسبت کا وجود مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کمال میں سے مریدوں کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ یہ عظیم، نہایت اور بلند و بالا غایت ہے۔ اس سے اوپر کوئی کمال اور زیادہ عزت والی کوئی عطا نہیں، اگر ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم (درجے) کا عارف پایا جائے تو غنیمت ہے اور اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ دراز تک جاری رہتی ہے۔ یہ وہ (ہستی یعنی عارف) ہے جس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام اس نیکی والی امت میں اسی نسبت شریفہ پر پائے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل اور عظمت والا ہے۔ اور اس بلند و بالا دولت کا حصول وابستہ ہے سلوک اور جذبہ کے دونوں طریقوں کو مرتبہ بہ مرتبہ تفصیل

سے پورا کرنے اور فنائے اتم اور بقائے اکمل کے درجہ بدرجہ مکمل کرنے کے ساتھ۔ اور یہ (عظیم و بالادولت) سید المرسلین اور حبیب رب العالمین علیہ و آلہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها کی مکمل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اتباع کرنے والوں میں سے بنایا۔ اور اللہ سبحانہ سے درخواست ہے کہ (وہ ہمیں) ان (رسول کریم ﷺ) کی مکمل اتباع کرنے، اس پر ثابت قدم رہنے اور ان کی شریعت پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس پر جو آمین کہے اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے۔ اور یہ معارف ہیں باریک اسرار اور خفیہ رموز کے۔ جن کی بابت (آج تک) اکابر اولیاء اور عظیم صوفیہ میں سے کسی نے بھی نہ کلام کیا اور نہ کوئی اشارہ فرمایا۔ اللہ سبحانہ نے اس بندے کو ان اسرار کے ساتھ اور اپنے حبیب علیہ و آلہ الصلوات و التسلیمات کے صدقے ان کے اظہار پر منتخب فرمایا۔ کسی نے فارسی شعر میں کیا خوب کہا ہے:

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبقت مکن
ترجمہ۔ اگر بادشاہ کسی بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد و تکبر نہ کر۔
اس کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے ساتھ معلل اور کسی سبب کے ساتھ مسبب کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر اور برکتیں ہوں تمام انبیاء و المرسلین پر اور مقربین ملائکہ پر اور اس کے صالح بندوں پر اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کو لازمی جانے۔

منہا۔ روح، عالم بے چون سے ہے پس اس لیے لامکانیت ثابت ہوگئی۔ اگرچہ اس کی بے چونی مرتبہ و جوب تعالت و تقدست کی نسبت عین چون ہے۔ مگر اس (روح) کی لامکانیت

جل سلطانہ کی حقیقی لامکانی کی نظر سے عین مکانیت ہے۔ گویا روح اس عالم اور مرتبہ بے چون کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔ پس وہ دونوں رنگ رکھتی ہے مجبوراً عالم چون اس کو بے چون جانتا ہے اور مرتبہ بے چونی کی نظر سے عین چون ہے۔ اور اس کی یہ برزخیت کی نسبت اس کی اصلی فطرت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن (روح) بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس کے تاریک جسم کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آئی ہے اور مکمل طور پر عالم چون کے ساتھ نیچے اتر آئی اور بے چونی کا رنگ اس سے چھپ گیا۔ اس کی مثال ہاروت و ماروت کی مانند ہے کہ بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے واسطے سے فرشتوں کی رو میں بشریت کی پستی میں نیچے اتر آئی ہیں جیسا کہ بعض (عارفوں) نے کہا ہے۔ اگر خداوند جل شانہ کی عنایت و نگیری فرمائے اور اس سفر سے واپسی (رجعت) واقع ہو جائے اور اس پستی (تنزل) سے بلندی (عروج) فرمائے تو تاریک نفس اور بدن عنصری بھی اس کی اتباع میں عروج کریں گے اور منزلیں طے کر لیں گے۔ اسی ضمن میں جو کچھ روح کے تعلق اور اس کے تنزل کا مقصود ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور (نفس) امارہ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا۔ اور ظلمت (تاریکی) نورانیت (روشنی) میں بدل جائیگی۔ اور جب روح اس سفر کو مکمل کرے گی اور اس کے نزول کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو جائے گا تو اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور مرجوع میں نہایت کو بدایت سے پالے گی۔ اور چونکہ قلب، عالم ارواح میں سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہو جائے گا اور نفس مطمئنہ جو عالم امر کا رنگ رکھتا ہے۔ چونکہ وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے وہ بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔ اور بدن عنصری جو چار عناصر (پانی، مٹی، آگ، ہوا) کا مرکب ہے وہ عالم کون و مکان میں ٹھہرے گا اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہوتی ہے تو المختصر وہ (ان چاروں) عناصر کی طرف منسوب ہوگی۔ مثلاً آگ کا جزو جو ذاتی طور پر سرکش ہے اور مخالفت کا طالب ہے (تو اس کے منہ سے) ابلیس کی مانند انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں)

کی آواز نکلے گی اور نفس مطمئنہ جو سرکشی سے باز آ گیا ہے اور چونکہ وہ حق جل سلطنت سے راضی ہو گیا ہے اور حق سبحانہ اس سے راضی ہے اور وہ (نفس مطمئنہ) اس (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا ہے تو ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں میں سرکشی کا تصور نہیں ہے۔ (پھر بھی) اگر سرکشی ہوتی ہے تو وہ قالب (جسم عنصری) سے ہے۔

سید البشر علیہ آلہ الصلوٰات و التسلیمات اتمھاوا کلمھا نے شاید جہاد اکبر سے اس ابلسی سرکشی کو تعبیر فرمایا ہو۔ (مشہور حدیث کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں) کہ جس کا منشا جزو قلبی ہے اور وہ فرمایا ہے اَسْلَمَ شَيْطَانِي (میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے) اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے جو آپ علیہ الصلوٰة والسلام کا قرین (ہم نشین) ہے اور مراد انفسی شیطان ہے۔ اگرچہ اس شیطان کا دبدبہ بھی ٹوٹ گیا ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو شے ذات میں داخل ہو جاتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی۔

ع سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ ست

ترجمہ۔ کسی حبشی (کے جسم) سے سیاہی کیسے دور ہو کہ وہ بذات خود (سیاہ) رنگ ہے۔

اور یا اس سے مراد انفسی شیطان ہے اور اس کا اسلام لانا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کی سرکشی کی مکمل نفی ہو گئی ہے (یعنی ختم ہو گئی ہے)۔ اسلام لانے کے باوجود اگر عزیمت ترک کرے اور رخصت کا مرتکب ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی صغیرہ (گناہ) سرزد ہو جائے کہ جس میں حسد (نیکی) نہ ہو تو بھی گنجائش رکھتا ہے۔ بلکہ ابرار (نیک لوگوں) کی نیکی مقربین (اللہ تعالیٰ کے قرب یافتہ) کے نزدیک بدی ہے۔ (یہ) بھی اسی قبیل (قسم) سے ہے۔ یہ تمام سرکشی کی اقسام ہیں۔ اور اس سے اس سرکشی کا باقی رہنا اس کی اصلاح اور ترقی کے لئے ہے۔ کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے بعد کہ ان میں انتہائی نقص ہو، ترک اولیٰ (بہتر کا چھوڑ دینا) کے حصول کے لیے ہے۔ (اور اس میں) اس قدر شرمندگی، پشیمانی، توبہ اور استغفار میسر آتی ہے، جو بے انتہا ترقیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اور جب بدن عنصری اپنی جائے قرار میں قرار پاتا ہے تو چھ لطیفوں (قلب، روح، سر، خفی، اٹھی، نفس) سے جدائی اور عالم امر میں ان کے عروج کے بعد ان (لطائف) کا خلیفہ اس عالم میں یقیناً یہی بدن رہ جائے گا۔ (یعنی انسانی بدن ہی ان لطائف کا بطور خلیفہ کام کرتا ہے) اور ان (لطائف) کے تمام کام کرے گا۔ اور اگر اس کے بعد الہام آتا ہے تو اسی مضغہ گوشت (گوشت کا لوٹھڑا یعنی دل) پر آتا ہے۔ جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے۔ (لطیفہ قلب جب عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے تو اسے حقیقت جامعہ قلبیہ کہتے ہیں۔ اور وہ اپنے انوار کے اثرات، اس مضغہ گوشت یعنی دل پر چھوڑ جاتا ہے۔ اور یہی دل لطیفہ قلب کا خلیفہ بن جاتا ہے)۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیان فرمایا گیا ہے۔ من اخلص لله اربعین صباحاً ظہرت ینا بیع الحکمة من قلبہ علی لسانہ (جو شخص چالیس روز تک پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو ظاہر ہو جاتی ہیں حکمت کی آنکھیں اس کے دل سے اس کی زبان پر)۔ اس قلب سے مراد یہی مضغہ گوشت ہے۔ اللہ سبحانہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اور دوسری حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰی قَلْبِي (بے شک میرے دل پر غبار طاری کر دیا جاتا ہے)۔ غین (غبار یا پردہ) کا چھانا مضغہ گوشت پر ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر غین (پردہ) سے باہر آگئی ہے اور دوسری حدیثوں میں قلب کا پلٹنا آیا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن۔ (مومن کا قلب رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے)۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ قلب المؤمن کریشیة فی ارض فلاة (مومن کا قلب میدان میں پڑے معمولی ریشہ کی طرح ہے)۔ اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللّٰہم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی طاعتک۔ (اے اللہ! اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنی

اطاعت پر ثابت قدم رکھ)۔ اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات اسی گوشت کے ٹکڑے (مضغہ) کے لیے ثابت ہے۔ کیونکہ حقیقت الجامعہ کے لئے الٹ پلٹ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ (حقیقت جامعہ) مطمئنہ ہے اور اطمینان پر مستحکم ہے۔ اور حضرت (ابراہیم) خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطمینان قلب کی عرض کی تھی تو ان کی اس سے مراد مضغہ گوشت تھانہ کہ کوئی اور چیز۔ کیونکہ ان کا قلب حقیقی بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا۔ ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بنا پر۔

صاحب العوارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس اللہ العزیز نے فرمایا۔ ”بے شک الہام صفت ہے اس نفس مطمئنہ کی جس نے مقام قلب میں عروج کیا ہو اور بے شک اس وقت تمام رنگتیں اور تبدیلیاں (الٹ پلٹ) نفس مطمئنہ کی صفات ہوتی ہیں“۔ اور جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ احادیث مذکورہ کا مخالف ہے۔ اور اگر (انہیں) اس مقام سے عروج میسر ہو جاتا، جس کے متعلق شیخ نے خبر دی ہے تو انہیں اصل حقیقت حال کا علم ہو جاتا۔ اور جس کی میں نے خبر دی ہے اس کی صداقت ظاہر ہو جاتی۔ اور کشف والہام احادیث نبویہ علی صاحبھا والصلوات والسلام والتحیات کے مطابق ہو جاتے۔ اور یقیناً تمہیں علم ہو گیا اس چیز کا جس کے بارے میں میں نے خبر دی یعنی مضغہ گوشت کی خلافت کی۔ اور اسی مقام پر الہام کا دروہ ہوتا ہے اور وہ صاحب احوال و تلونیات ہو جاتا ہے۔ اگر (یہ باتیں) متعصب، جاہل اور حقیقت حال سے ناواقف لوگوں کو مخالف لگیں اور ان کو گراں گزریں جو کچھ احادیث نبویہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں بتایا گیا ہے (تو وہ اس کا کیا جواب دیں گے)۔ جیسا کہ (نبی کریم ﷺ نے) ارشاد فرمایا کہ ”بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک مضغہ (لوٹھڑا) ہے جب وہ درست ہو گیا تو سارا جسم سنور جاتا ہے۔ اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ قلب (دل) ہے“۔ حضور ﷺ نے مبالغہ کے لحاظ سے مضغہ کو قلب قرار دے دیا۔ اور جسم کی اصلاح اور بگاڑ کو اس (قلب) کی اصلاح

اور بگاڑ کے ساتھ مشروط کر دیا۔ پس جو (کچھ) اس مضغہ کے لیے جائز ہوگا وہ قلب حقیقی کیلئے بھی جائز ہوگا۔ خواہ وہ نیابت اور خلافت کے طریق پر ہی ہو۔

اور جان لو کہ جب رُوح، جسم سے جدا ہو جاتی ہے اس موت کے ذریعے جو قبل از موت ہو تو عارف واصل اپنی رُوح کو نہ جسم میں داخل پاتا ہے اور نہ اس سے خارج، نہ اس سے ملی ہوئی اور نہ اس سے جدا۔ اور رُوح کا تعلق جسم کے ساتھ، جسم کی اصلاح کے لیے پاتا ہے۔ بلکہ اس غرض کے لیے بھی کہ اس کا کمال بھی رُوح کی طرف آجائے۔ اور اس (رُوح اور جسم کا) تعلق کا منشا یہی ہے کہ جسم میں اصلاح اور بھلائی ہو۔ اور اگر (ان دونوں میں) یہ تعلق نہ ہو تو جسم مکمل طور پر شر اور نقصان ہو جائے۔ اور یہی حال واجب تعالیٰ کا رُوح وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ نہ تو عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے، نہ اس سے ملا ہوا ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔ اور اللہ سبحانہ کا تعلق عالم کے ساتھ (فقط) ہے (اسے) پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا، کمالات کے فیضان کا اور نعمتوں اور بھلائیوں کے لیے استعداد پیدا کرنے کا۔ پس اگر تم یہ کہو کہ علمائے اہل حق نے رُوح کے متعلق اس کلام کی مثل بات نہیں کی بلکہ انہوں نے ایسا (کلام کرنے کو) جائز قرار نہیں دیا۔ اور آپ قلیل و کثیر کی موافقت کو لازم جانتے ہیں۔ پس اس کی کیا وجہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان میں سے حقیقت رُوح کے عالم (جاننے والے) قلیل یعنی کم ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی قلت کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیل کے مطابق کلام نہیں کیا بلکہ اجمال پر ہی اکتفا کیا۔ (اور ایسا اس لیے کیا کہ) عوام کی کج فہمی کی بناء پر کہ کہیں وہ گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں (تفصیلاً کہنے سے) اجتناب کیا۔ بے شک روحی کمالات، وجوبی کمالات سے صورت کے لحاظ سے مشابہ ہیں۔ (ان دونوں میں) بہت باریک فرق ہے اور سوائے علمائے راہین کے کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ پس ان (قلیل علماء) نے اجمال میں ہی مصلحت سمجھی۔ بلکہ اس کے بیان کرنے اور اس کی حقیقت کھولنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ اس (رُوح) کے کمالات، جن کا پہلے ذکر

ہوا، منکر نہیں ہیں۔ اور اس بندہ ضعیف نے جو اس (روح) کے متعلق بیان کیا اور اس کے بعض خواص کو ظاہر کیا ہے تو علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد کرتے ہوئے (بیان کیا ہے)۔ اللہ سبحانہ کی مدد اور توفیق اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے صدقہ سے اس شبہ کے ازالہ کے ساتھ جو بیان سے مانع تھا (ذکر کیا ہے)۔ پس خوب سمجھ لو۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ جس طرح جسم، روح کے کمالات سے بے شمار استفادہ کرتا ہے پس روح بھی جسم سے عظیم فوائد حاصل کرتی ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ سننے والی، دیکھنے والی، کلام کرنے والی، جسم کے ساتھ اکتساب کرنے والی مجسم ہو گئی ہے۔ اور جو افعال عالم اجساد کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں ان کو سنبھالنے والی ہو گئی۔

اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ مل جاتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تو عقل عالم اجساد میں اس کی جگہ خلافت سنبھال لیتی ہے اور عقل معاد (وہ عقل جو دنیا کی بجائے آخرت کی فکر رکھتی ہے) کا نام پاتی ہے۔ اس وقت اس (عقل معاد) کی فکر و سوچ آخرت کے لیے محدود ہو جاتی ہے اور زندگی کے اسباب کی فکر سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اور اس نور کے واسطے سے جو اسے عطا ہوتا ہے، فراست (دانائی) کے لائق ہو جاتی ہے۔ یہ مرتبہ کمالات عقل کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ کوئی ناقص (العقل) یہاں اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی یا اعلیٰ مرتبوں میں چاہیے کہ معاش (اسباب زندگی) اور معاد (آخرت کی فکر کرنے والی عقل) کے نسیان (بھول جانا) میں پختہ ہو جائے۔ کیونکہ ابتدا میں اس کی فکر خواہ دنیا ہو یا آخرت، حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان دوران راہ اس کو فنا فی اللہ کے مرتبہ میں حاصل ہوا تھا۔ اور یہ کمال اس سے کئی درجے آگے ہے۔ اس جگہ بعد حصول جہل (فنا) کے، علم (بقا) کا رجوع ہے اور تحقق جمع کے بعد فرق کا واپس آنا ہے۔ اور کفر طریقت (فنائے مطلق کے بعد تجلیات کے شہود میں ماسویٰ کا انکار کرنا) کے بعد اسلام حقیقی (وحدت اور کثرت کے درمیان فرق اور خالق و مخلوق کے درمیان تمیز) کا مرتبہ جمع میں

حصول ہے۔ احمق فلسفیوں نے عقل کے چار مرتبے ثابت کیے ہیں اور کمالات عقل کو ان میں منحصر سمجھا ہے۔ یہ انتہائی نادانی ہے۔ عقل کی حقیقت کو اس کے توابع کمالات کے باوصف عقل اور وہم سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ (اس کو سمجھنے کے لیے) کشف صحیح اور الہام صریح کی ضرورت ہے جو کہ چراغ نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات تمام انبیاء و مرسلین پر عموماً ہوں اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کے حبیب پر خصوصاً ہوں۔

اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں یہ تحریر ہے کہ عقل روح کی ترجمان ہے۔ اس کا معنی کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ وہ علوم و معارف جو روحانی ملاقات کے ذریعے مبداء فیاض (یعنی اللہ تعالیٰ) سے فائض ہوتے ہیں، قلب جو عالم ارواح میں سے ہے، اخذ کرتا ہے۔ اس (قلب) کی ترجمان عقل ہے۔ کہ جو ان (علوم و معارف) کو تحریر کر کے اور خلاصہ تیار کر کے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق بناتی ہے۔ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے تو ان کا سمجھنا بہت مشکل بلکہ محال ہو اور جب مضغ قلب جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے، نے اصل کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی ملاقات روحانی ملاقات بن گئی تو وہ ترجمان کا محتاج ہو گیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ عقل معاد پر ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے جو نفس مطمئنہ کی خدمت کے لیے شوق کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس (عقل معاد) کو اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ (عقل معاد) قالب (جسم) کو تہی اور خالی چھوڑ دیتی ہے اور اس وقت سمجھنا اور یاد رکھنا بھی مضغ گوشت میں قرار پاتا ہے۔ یقیناً اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو قلب رکھتا ہے۔ اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان ہوتا ہے۔ اس وقت عارف کا معاملہ قلب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ آتشی جزو کہ اس کی طبیعت سے انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی آواز آتی تھی، وہ فرمانبردار ہونے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ حقیقی اسلام کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر ابلیسی جامعہ (شیطانیت کا لباس) اس سے اتار دیا جاتا ہے۔ اسے نفس

مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا۔ اور نفس مطمئنہ کا قائم مقام آتشی جزو بن گیا۔

ع زر شد مس وجود من از کیمیائے عشق

ترجمہ: میرے وجود کا تانبا، عشق کی کیمیا سے سونا بن گیا۔

اور ہوائی جزو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ لہذا سالک وصول کے وقت اور اس کے مقام ہوا تک عروج پر کبھی اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان جانتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مقام روح میں یہی شہود میسر آتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ مشائخ میں بعض نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر (اس کی) پرستش کرتا رہا۔ اور جب اس مقام سے انہیں آگے گزارا گیا تو حق باطل سے جدا ہو گیا اور یہ ہوائی جزو، مقام روحی کے ساتھ مناسبت کے واسطے سے اس قالب میں روح کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اور آبی جزو جامعہ قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے۔ لہذا اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے۔ وجعلنا من الماء کل شئی حی (اور ہم نے تمام اشیاء کو پانی سے پیدا کیا) کی بازگشت بھی مضغہ قلبیہ ہے۔ اور خاک جزو کہ جو اس قلب کا جزو اعظم ہے، ناپاکی، پستی اور کمینگی جو اس کی ذاتی صفات ہیں، سے پاک ہو کر اس قلب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور جو کچھ قالب میں ہے اسی کا ماتحت ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ اس کے مکمل جامعیت کے واسطے سے ہے۔ قالب کے تمام اجزاء درحقیقت اسی کے اجزاء ہیں۔ اسی لیے کرہ ارضی، عناصر و افلاک کا مرکز بن گیا اور وہ (یعنی زمین یا کرہ ارضی) عالم کا مرکز بن گیا۔ اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام تک پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کی انتہا ثابت ہو جاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت کا سرمایہ ہے۔ یہ ہے وہ انتہا جو ابتدا کی طرف رجوع رکھتی ہے۔ جان لو کہ روح اپنے مراتب اور توابع کے ساتھ اگر چہ عروج کے ذریعے اپنی جائے قرار تک پہنچ جاتی ہے لیکن چونکہ ابھی اسے قالب کی

تربیت در پیش ہوتی ہے (اس لیے اسے) اس عالم کی طرف توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب قالب کا معاملہ انجام تک پہنچ جاتا ہے تو روح، سر، خفی، انہی اور قلب و نفس اور عقل کے ساتھ خداوند قدوس جل سلطانہ کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیر لیتی ہے اور قالب بھی پوری طرح مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود اور حضور کے مقام پر قائم ہو جاتی ہے اور ماسویٰ کے نظارہ اور سو جھ بوجھ سے پورے طور پر منہ پھیر لیتی ہے اور قالب مکمل طور پر اطاعت و بندگی کے مقام پر پکا ہو جاتا ہے۔ یہ فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق دینے والا ہے۔

اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی پہنچ ہے اور وہ روح کا اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف رجوع کرنا ہے تاکہ ان کو حق تعالیٰ جل و علیٰ کی طرف دعوت دے۔ اور اس وقت روح، قالب کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اس کی تابع ہو جاتی ہے۔ اور معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے اور اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے۔ مگر نماز کی ادائیگی کے وقت روح اپنے مراتب کے ساتھ خداوند قدوس جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے قالب اگرچہ غافل ہی ہو۔ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ واصل کار رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے، دعوت کے کامل مقامات میں سے ہے۔ یہ غفلت، جمع کثیر کے حضور کا سبب ہے۔ غافل (لوگ) اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور حاضر اس رجعت (لوٹنا) سے جاہل (ناواقف) ہیں۔ یہ مقام تعریف کی ایسی قسم میں سے ہے جو مذمت کے مشابہ ہے۔ ہر کم عقل کی سمجھ اس جگہ تک نہیں پہنچتی۔ اگر میں اس غفلت (خدائی انوار کے آگے تمام احساسات کا بھول جانا) کے کمالات کا ذکر کروں تو کوئی بھی حضور کی ہرگز تمنا نہ کرے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے خواص

بشروں کو خواص فرشتوں پر فضیلت بخش دی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو محمد رسول ﷺ کو تمام جہانوں کی رحمت (رحمة العالمین) کا مرتبہ دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت سے نبوت تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو نبوت سے رسالت تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو اولیائے عشرت کو گوشہ نشین اولیاء پر برتری عطا کرتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو محمد رسول ﷺ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت دیتی ہے۔ بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں کانوں کی مانند تھے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے۔ نا سمجھوں کے برعکس۔ یہ وہ غفلت جس کے سبب قطب ارشاد، قطب ابدال پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس کی تمنا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اس مقام پر فرماتے ہیں۔ یا لیتنی صحو محمد (اے کاش میں حضرت محمد ﷺ کی بھول ہوتا)۔ یہ وہ غفلت ہے کہ حضور اس کا ادنیٰ خادم ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیشرو ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو بظاہر زوال ہے مگر حقیقت میں عروج ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات کے گنبد بن جاتی ہے۔

ع گر گویم شرح این بے حد شود

ترجمہ: اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو بے حساب ہو جائے گی۔

قلیل (تھوڑی چیز) کثیر (بہت زیادہ) پر دلالت کرتی ہے اور قطرہ وسیع سمندر کی خبر دیتا ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ، اُن پر اور اُن کی آل اطہار پر اتم اور اکمل درود و سلام ہو، کی اتباع کو لازم رکھے۔

منہا۔ حضرت ختم المرسلین ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے درمیان تجلی ذاتی کے ساتھ ممتاز ہیں۔ اور اس دولت کے ساتھ جو تمام کمالات سے بلند ہے، مخصوص ہے اور ان (یعنی نبی کریم ﷺ) کے کامل فرمانبرداروں کے لیے اس مقام خاص سے حصہ

ہے (یعنی کامل اتباع کرنے والوں کو بھی حصہ ملتا ہے)۔ یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت (محمدیہ) کے کامل، تمام انبیاء کرام سے افضل ہو گئے۔ اور یہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور یہ فضیلت جزوی نہیں ہے کہ اس سے شبہ کو دور کیا جائے بلکہ (یہ فضیلت) کلی ہے۔ کیونکہ بندگانِ خدا کی فضیلت (ایک دوسرے پر) قرب الہی جل سلطانہ کے سبب ہے۔ جو بھی فضیلت ہے اس فضیلت سے کمتر اور ادنیٰ ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت کے کاملین کو اس مقام سے جو حصہ ملا ہے (اس سے) ان کا اس مقام تک وصول ہو گیا ہے۔ اور فضیلت کا تعلق وصول کے ساتھ ہے۔ اس امت جو تمام امتوں سے بہتر ہے، کے کاملین کا انتہائی عروج انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے قدموں کے نیچے تک ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات والتحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، ان کا انتہائی عروج، کسی نبی کے قدم کے نیچے تک ہے جو تمام انبیاء سے کمتر ہے۔ المختصر اس امت کے کامل تابع فرمانوں کو نیچے کے مقام میں فوق الفوق کے مقام کے کمالات، جو ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰت والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں، سے پورا حصہ ملتا ہے۔ خادم جہاں کہیں بھی ہو گا اس کے مخدوم کا بچا کھچا سے پہنچ جائے گا۔ دُور کا خادم (اپنے) مخدوم کی بدولت وہ کچھ پالیتا ہے جو قریب رہنے والوں کو خدمت کی دولت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

در قافلہ کہ اوست دائم نرسم این بس کہ رسد ز دُور بانگ جرم
ترجمہ: وہ جس قافلہ میں ہے، میں جانتا ہوں کہ پہنچ نہ سکوں گا۔ (میرے لیے) بس یہی
(کافی) ہے کہ دور سے گھنٹی کی آواز مجھ تک پہنچے۔

جاننا چاہیے کہ کبھی مریدوں میں اپنے پیروں کے بارے میں یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو برابری کے خیال میں ڈال دیتا ہے۔ (یعنی وہ خود کو

پیر کے برابر سمجھنے لگتے ہیں)۔ معاملہ کی (اصل) حقیقت یہی ہے جس کا (اوپر) ذکر ہوا۔
 برابری کا حصول اس انداز پر ہوتا ہے کہ جب ان مقامات کا وصول ہو۔ ان مقامات کے
 حصول کے انداز پر نہیں۔ (یعنی وصول کی بجائے صرف حصول پر برابری نہیں ہو سکتی)۔
 کیونکہ حصول (وصول کا) طفیلی ہے۔ اس جگہ پر کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر
 نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ برابری جائز ہے۔ بلکہ (ایسا) واقع ہوا ہے۔ لیکن اس مقام
 کے حصول اور اس مقام کے وصول میں بڑا باریک فرق ہے۔ ہر مرید اس دولت سے ہدایت
 یافتہ نہیں ہے۔ ان میں فرق جاننے کے لیے کشف صحیح اور الہام صریح کی ضرورت ہے۔ اور
 اللہ تعالیٰ سبحانہ درست الہام کرنے والا ہے۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی
 کرتا ہے۔

منہا۔ ایک درویش نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس راہ (سلوک) پر چلنے والے پر ایک حالت
 بظاہر ہوتی ہے اور ایک عرصے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور ایک
 مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد پھر چھپ جاتی ہے۔ اور ایسا ہوتا
 رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کے ساتھ لطائف ہیں
 (یعنی قلب، روح، سر، خفی، انہی، نفس اور قلبیہ)۔ اور ہر لطیفے کی سلطنت اور حکمرانی الگ
 ہے۔ پس اگر ان لطائف میں سے کسی پر کوئی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ قوی حالت نزول
 کرتی ہے تو سالک کی پوری حالت اس لطیفے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ اور وہ حال تمام
 لطیفوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور جتنے عرصے تک اس لطیفے کی سلطنت / حکومت قائم رہتی
 ہے وہ حال قائم رہتا ہے۔ اور جب اس لطیفے کی سلطنت یا حکومت ختم ہو جاتی ہے وہ حال بھی
 ختم ہو جاتا ہے۔ اور مدت کے بعد اگر وہ حال رجوع کر لیتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں
 ہوتا۔ یا تو اسی پہلے لطیفے کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت اس سالک پر ترقی کی راہ بند ہو
 جاتی ہے۔ اور اگر دوسرے لطیفے پر ظاہر ہو تو ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور اس دوسرے لطیفے

میں بھی پہلے لطیفہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس حالت کے زائل ہونے کے بعد اگر وہی حال لوٹ آئے تو وہ سابقہ دو حالوں سے ظاہر نہیں۔ اور یہی حالت تمام لطیفوں کی ہوتی ہے۔ پس اگر وہ کیفیت تمام لطائف میں اصلیت کے طور پر سرایت کر جائے تو (سالک) حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علی سید البشر و آلہ الا طھر۔

منہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ”اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی ہی عبادت کرتے ہو“۔ (سورہ بقرہ۔ آیت 172)۔ (یہ آیت) احتمال رکھتی ہے کہ کھانے کے حکم کی قید کی شرط ہو۔ یعنی ان لذیذ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہے کہ تم عبادت کے لیے (صرف) اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے ہو۔ اور اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ اپنے نفس کی مرضی کے مطابق عبادت گزار ہو تو اس (اللہ تعالیٰ) کی دی ہوئی لذیذ چیزیں مت کھاؤ۔ کیونکہ کہ تم باطنی مرض کے مریض ہو اور رزق میں دی گئی لذیذ چیزیں تمہارے لیے زہر قاتل ہیں۔ اور جب تمہارا باطنی مرض ختم ہو جائے تو پھر لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لیے صحیح ہوگا۔ ”صاحب کشاف“ نے اس مقام پر طبقات کی تفسیر شکر کے مطالبہ کے پیش نظر ”لذیذ چیزوں“ سے کی ہے۔

منہا۔ بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ یعنی جو گناہ اس نے معرفت سے پہلے کیا۔ اور اسلام اپنے سے ماقبل (یعنی پہلے کے گناہ) کو ختم کر دیتا ہے۔ اور اسلام کی حقیقت، صوفیہ کے طریقے پر فنا و بقا کے بعد، اللہ سبحانہ کی معرفت ہی ہے۔ پس اس معرفت کا حصول، ان گناہوں کو جو اس (معرفت) سے پہلے ہو گئے تھے، مٹا دیتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس گناہ سے

مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد ہوا ہو۔ پس اس گناہ سے مراد صغیرہ (گناہ) ہے نہ کہ کبیرہ (گناہ)۔ کیونکہ اولیاء اللہ اس (کبیرہ) سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اور نقصان کا نہ ہونا عدم اصرار کی وجہ سے ہے اور بغیر تاخیر کے توبہ اور استغفار سے (اس کی) تلافی کر لینا ہے۔ اور اس کا یہ معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ کیونکہ گناہ کا صادر نہ ہونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے۔ پس لازم کا ذکر کر کے ملزوم مراد لیا ہے اور اس عبادت سے ملحدوں کو جو وہم ہوا ہے کہ عارف اگر گناہ کی سعی کرے تو اس (گناہ) کا ارتکاب اسے نقصان نہیں دیتا، یہ قطعاً جھوٹ اور واضح گمراہی ہے۔ یہی شیطان کا گروہ یا جماعت ہے۔ خبردار شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت ہی عطا فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰؐ اور آپ کی آل پر رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔ اور میں اللہ کریم سے امید رکھتا ہوں، جس کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ یقیناً معرفت سے پہلے کیا ہوا گناہ نقصان نہیں دے گا۔ اس عارف کو جو اسلام کی حقیقت سے متحقق (آگاہ) ہے۔ اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کی قسم سے ہی ہو۔ کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہ مالک علی الاطلاق ہے۔ اور بندوں کے قلوب اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے ان کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اور مطلق اسلام ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ ہیں، مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی شے کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو زیادتی حاصل ہے وہ مطلق اس (شے) کو حاصل نہیں۔

منہا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ۔ بخلاف تمام موجودات کے کہ وہ وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ حاجت رکھنا لازم نہیں آتا تاکہ لوگ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے، زائد نہیں۔

کہ حاجت غیر کے ساتھ لازم نہیں آتی اور وجود کی عینیت کو ثابت کرنے میں ذات (اللہ) جل سلطنہ کو طویل دلیلوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ اور ہمیں بالخصوص جمہور اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرنا پڑتی کیونکہ یہ بزرگ وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں، وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔ اور (یہ بات) پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر کے ساتھ حاجت لازم ہے۔ اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجود زائد کے ساتھ موجود کہیں اور اگر بذات خود موجود کہیں اور اس وجود کو عرض عام (وہ شے جو بذات خود قائم نہ ہو) کے لحاظ سے دیکھیں تو جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی درست ہو جاتی ہے اور حاجت کا اعتراض جو کہ مخالفین کرتے ہیں، بالکل ختم ہو جاتا ہے اور فرق واضح ہے اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو ہرگز دخل نہ دینے میں اور اس بات کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت کرنے میں۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اللہ سبحانہ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اس اعزاز پر اللہ سبحانہ کی بے حد حمد (و شکر) ہے اور اس کے رسول پر درود و سلام ہے۔

منہا۔ یہ حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے خصائص میں سے ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود تھا۔ اور ہرگز موجودیت میں وجود کا محتاج نہ تھا۔ ہم وجود کو عین ذات سمجھیں یا ذات پر زائد، (یہ بات) برابر ہے۔ دونوں پر عینیت اور زیادتی کا اندازہ کرنے سے احتیاط لازم ہے اور جب حضرت حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی اس پر جاری عادت ہے کہ جو کچھ مرتبہ و جوب میں ہے اس کا نمونہ امکان کے ہر مرتبہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اس کو اکیلا جانتا ہے یا اس کو نہیں جانتا ہے۔ اس خاصیت کے معیار نے عالم امکان میں وجود کو بنایا ہے کہ وجود اگرچہ موجود نہیں ہے اور دیگر معقولات میں سے ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کر لیں تو پھر وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہو گا نہ کسی دوسرے وجود کے ساتھ، برخلاف دیگر موجودات کے کہ ان کی موجودیت وجود کی محتاج ہے۔ اور ان کی ذوات کافی نہیں ہیں۔ پس اگر انہوں

نے وجود کو اشیاء کی موجودیت میں داخل کیا ہے تو اگر موجود ہوگا تو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا۔ اور کسی دوسرے وجود کا محتاج نہیں ہوگا۔ موجودات کا خالق تعالیٰ و تقدس (یعنی اللہ تعالیٰ) مستقل طور پر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے تو وہ ہرگز وجود کا محتاج نہ ہوگا۔ کتنی عجیب بات ہے۔ اور یقین نہ کرنے والوں کی یہ دُوری (بے یقینی) بحث سے خارج ہے۔ اور اللہ سبحانہ صحیح الہام کرنے والا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حکیموں اور اشعریہ اور بعض صوفیہ کی مراد یہ ہے کہ وجود کی عینیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ و تقدس کی ذات کے قائل ہو گئے ہیں تو یہ ایسے ہے کہ ان کو گزشتہ معرفت کے لحاظ سے کہے کہ واجب تعالیٰ و تقدس کا وجود اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ (دیگر) وجود کے ساتھ۔ پس اس بات کہ ”اس وجود کے ساتھ موجود ہے جو عین ذات ہے“ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے، وجود کے ساتھ نہیں۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر اہل سنت کے خلاف ان کے ساتھ اس مسئلہ میں برابری نہیں ہے۔ چاہیے کہ اہل حق اس تقدیر پر ان کے مقابلے میں کہتے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے نہ ذات کے ساتھ۔ اور اس تقدیر پر وجود کی زیادتی کا ثبوت زائد ہے۔ پس وجود کی زیادتی کا ثبوت ان پر دلیل ہوتا جو کہ وجود کے نفس میں فریقین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی صفت میں ہے۔ جو کہ عینیت اور زیادتی ہوگی۔ یعنی دونوں (اس بات کے) قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر اس کی عینیت اور زیادتی میں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ جب واجب الوجود تعالیٰ و تقدس اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے پس واجب تعالیٰ کو موجود کہنے کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی موجود کا مطلب؟ جس کے ساتھ وجود قائم ہے اور یہاں ہرگز وجود نہ ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ واجب تعالیٰ و تقدس کی ذات کا وجود اس کے ساتھ موجود ہے وہ واجب تعالیٰ میں غائب ہے۔ لیکن وہ وجود جس کو عرض عام کے طریق پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کہا جائے اور اشتقاق کے طریق پر گمان کیا جائے، اگر اس کو اس وجود کے قیام کے اعتبار سے واجب تعالیٰ کو موجود

کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوئی احتیاط لازم نہیں آتی۔ والسلام۔

منہا۔ ہم ہرگز اس خدا کی عبادت نہیں کرتے جو مشہود کے احاطہ میں آئے (یعنی مشاہدہ میں آئے) اور اسے دیکھا جاسکے۔ وہ معلوم ہو جائے اور وہم و خیال میں سما سکے۔ کیا وہ مشہود، دیکھا جانے والا، معلوم ہونے والا، وہم میں آنے والا، خیالوں میں آنے والا مثل شاہد، دیکھنے والا، علم والے، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کے مطابق مخلوق اور مٹنے والا ہے۔ (ہرگز نہیں)۔ ع آں لقمہ کہ در دہان نلغجد طلعم

(میں وہ لقمہ طلب کرتا ہوں جو میرے منہ میں نہ سما سکے، یعنی اپنی حیثیت سے کہیں بڑا اور زیادہ)۔ سیر و سلوک کا مقصد حجابات کا دور کرنا ہے۔ (وہ) حجابات و جوہی ہوں یا امکانی، حتیٰ کہ وصل عریانی نصیب ہو۔ نہ یہ کہ مطلوب کو قید کر کے شکار بنا لیا جائے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں اینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را
(ترجمہ۔ عنقا کسی بھی بڑے شکاری کے جال میں نہیں پھنستا۔ ہمیشہ اس کے ہاتھ جال میں (شکار کی بجائے) ہوا ہی آتی ہے)۔ یہ چیز باقی ہے۔ آخرت میں دیدارِ حق ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کیفیت کے متعلق ہم خود کو مشغول نہیں رکھتے۔ اس کے ادراک سے عوام کے فہم کی کمی کی وجہ سے نہ کہ خواص لوگوں کے نہ پانے کی وجہ سے۔ بے شک ان کے لیے اس مقام کے متعلق دنیا میں ایک حصہ ہے خواہ اس کا نام دیدار نہ رکھا جائے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ جو کچھ دیدارِ سمجھ میں آتا ہے وہ مقید ہے اور اطلاق کے تصور کا نزول۔ اور مطلوب یہ ہے کہ جملہ قیود سے پاک اور آزاد ہو۔ پس اس (اللہ تعالیٰ) کو دیدارِ سمجھ سے سوا ڈھونڈنا چاہیے۔ یہ معاملہ نظر اور عقل کے علاوہ ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو دیدارِ سمجھ کے علاوہ ڈھونڈنا عقل کے لیے بہت مشکل ہے۔ (یعنی عقل صرف اسی کو تلاش کرتی ہے جو نظر اور سمجھ میں آ جائے۔

راز درونِ پردہ ز رندان مست پرس کین حال نیست صوفی عالی مقام را
 (پردہ کے اندر کے راز مدہوش میخواروں سے پوچھ کیونکہ بلندرتبہ صوفی کا یہ حال نہیں ہے)۔
منہا۔ (ذات) مطلق اپنے اطلاق کے تصور پر ہے۔ (عقل و دانش کا) کوئی قیدی اس کا
 راستہ نہیں پاسکتا۔ لیکن جب وہ مقید آئینے میں ظہور فرماتا ہے تو اس کا عکس اس آئینے کے
 اصول کے تحت رنگین ہو کر مقید اور محدود نظر آتا ہے۔ تو وہ نظر اور سمجھ میں (بھی) آتا ہے۔
 پس نظر و سمجھ کا اکتفا اس (آئینے کے) عکس کا اکتفا ہے۔ اس مطلوب کے عکس سے بلند ہمت
 افراد اخروٹ اور منقہ سے سیر نہیں ہوتے۔ (یعنی تھوڑی چیز سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ وہ اس
 سے کہیں زیادہ کی طلب رکھتے ہیں)۔ بے شک اللہ سبحانہ عالی ہمت لوگوں کو پیار کرتا ہے۔
 اللہ سبحانہ سید البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات کے طفیل ہمیں عالی ہمت لوگوں میں
 سے بنائے۔ (آمین)۔

منہا۔ حال کے آغاز میں میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک مکان کا طواف کرتا ہوں اور ایک جماعت
 بھی میرے ساتھ طواف میں شریک ہے۔ لیکن اس جماعت کی سیر کا موڑ اس حد تک ہے کہ
 مجھ تک طواف کا صرف ایک دور پہنچتا ہے۔ وہ جماعت دو تین قدم (کا فاصلہ) طے کرتی ہے۔
 اس دوران معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان فوق العرش ہے اور طواف کرنے والوں کی وہ جماعت،
 فرشتے ہیں۔ الصلوٰات و التسلیمات علی نبینا و علیہم السلام۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت
 سے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا اور عظمت والا ہے۔

منہا۔ اولیاء اللہ کے حجابات ان کی بشری صفات ہیں۔ جس کے (باقی) تمام لوگ محتاج ہیں۔
 یہ بزرگ (اولیاء اللہ) بھی محتاج ہیں۔ ان کی ولایت کو حاجت کی ضرورت نہیں۔ اور ان کا
 غصہ بھی دیگر تمام مردوں کے غصہ کی طرح ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیہ و علیہم السلام و
 التسلیمات نے فرمایا ”میرا غصہ بشر کے غصہ کی طرح ہے“۔ جو اولیاء کو آتا ہے۔ اسی طرح یہ
 بزرگ کھانے پینے، اہل و عیال سے میل جول اور ان سے محبت (کے لحاظ سے) تمام لوگوں

کے ساتھ شریک ہیں۔ (دیگر) متفرق تعلقات جو کہ بشریت کے لازمی جزو ہیں وہ خواص اور عوام سے زائل نہیں ہوتے۔ اور حق تعالیٰ سبحانہ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی شان میں فرمایا ہے۔ ”اور ہم نے (ان رسولوں کے) جسم ایسے نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں“۔ (سورۃ انبیاء آیت 8)۔ اور ظاہر بین کفار یہ کہتے تھے۔ ”اس رسول کو کیا ہوا کہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے“۔ (سورۃ الفرقان آیت 7)۔ پس جس کسی کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ (اس کے فیض سے) محروم ہو گیا۔ اور دنیا و آخرت کا خسارہ اس کے نصیب میں آ گیا۔ اسی ظاہر بینی (یعنی ظاہری طور پر دیکھنا) نے ابو جہل اور ابولہب کو اسلام کی دولت سے محروم رکھا۔ اور ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے۔ نیک بخت وہ ہے جس کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر نہیں جاتی۔ بلکہ اس کی نظر کی تیزی ان بزرگوں کی اندرونی صفات تک پہنچتی ہے۔ اور باطن تک ہی رہ جاتی ہے۔ پس وہ لوگ مصر کے (دریائے) نیل کی طرح ہیں کہ جو مجھوبوں کے لیے آزمائش ہے اور مجھوبوں کے لیے پانی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ جس قدر بشری صفات اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں دوسرے تمام لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتیں۔ اس کا چہرہ وہ ہے کہ سیاہی اور گدلا پن، ہموار اور صاف ہونے کے وقت اگر چہ تھوڑا ہو، زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ ناہموار اور صاف نہ ہونے کے وقت اگر چہ وہ زیادہ ہو، لیکن بشریت کی صفات کی سیاہی عوام میں مکمل طور پر داخل ہو جاتی ہے۔ اور قالب، قلب اور روح میں دوڑنے لگتی ہے۔ لیکن خواص میں یہ سیاہی قالب اور نفس میں داخل نہیں ہوتی۔ اور خاص الخاص کا نفس بھی اس سیاہی سے پاک ہے اور قالب میں بھی داخل نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ سیاہی عوام میں نقصان اور خسارے کی موجب ہے جبکہ خواص میں بلندی اور تازگی پیدا کرتی ہے۔ خواص (لوگوں) کی یہی ظلمت یا سیاہی ہے جو عوام کی سیاہیوں کو بھی مٹا دیتی ہے ان کے دلوں کو صفائی بخشتی ہے اور ان کے نفس کا تزکیہ کرتی ہے۔ اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو عوام سے کوئی نسبت نہ ہوتی اور ہر قسم کے فائدہ کی راہ بند ہو

جاتی۔ یہ ظلمت خواص میں اس قدر پیدا نہیں ہوتی کہ انہیں سیاہ (یا خراب) کرے۔ بلکہ اس کے بعد شرمندگی اور استغفار پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح کی ظلمت اور کدورت ان سے دور ہو جاتی ہے اور انہیں ترقی دیتی ہے۔ یہی ظلمت یا سیاہی ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، اسی وجہ سے ان (فرشتوں) کی ترقی کا راستہ بند ہے اور اس پر اس ظلمت کا اطلاق تعریف کی اس قسم سے ہے جس میں مذمت کی شبابہت ہو۔ عام لوگ اہل اللہ کی بشری صفات کو اپنی بشری صفات کی مانند سمجھتے ہیں (اس لیے) وہ محروم اور خوار ہوتے ہیں۔ حاضر آدمی پر غائب کا قیاس کرنا غلط ہے۔ ہر مقام کی خصوصیات علیحدہ ہیں اور ہر موقع کے لوازم الگ ہیں۔ اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور حضور مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کی متابعت کو لازم جانا۔

منہا۔ آدمی جب تک علم و دانش میں گرفتار ہے اور ماسوئی کے نقوش سے منقش ہے، وہ خوار اور بے اعتبار ہے۔ ماسوئی (حق تعالیٰ کا غیر) کو بھول جانا راہ (سلوک) کی شرط ہے۔ تاکہ باطنی آئینہ امکان کے زنگ سے پاک صاف ہو جائے۔ حضرت وجوب (اللہ تعالیٰ) کا ظہور محال ہے۔ کیونکہ معارف و جوہی کے ساتھ علوم امکانی کا اکٹھا کرنا ضدوں کو جمع کرنے کی قسم سے ہے۔ (یعنی ایک دوسرے کی ضد ہیں)۔ یہاں ایک قوی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عارف کو بقاء سے مشرف کر دیتے ہیں اور ناقص لوگوں کی تکمیل (و ارشاد) کے لیے واپس بھیجتے ہیں تو جو علوم زائل ہو گئے تھے، واپس لوٹ آتے ہیں۔ اس تقدیر پر علوم امکانی کو معارف و جوہی کے ساتھ جمع کرتے ہیں۔ تو (پھر) اس کو ضدین کی جمع (کیوں) کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت عارف باقی باللہ برزحیت (واسطہ) کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ گویا وہ وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہے اور دونوں مقامات کے رنگ سے رنگا جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر علوم (امکانی) اور معارف (وجوہی) دونوں مقامات جمع ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ ضدین کے جمع ہونے کا ایک موقع ہے بلکہ کئی بن جاتے ہیں۔ پس جمع

نہیں ہوتے۔

منہا۔ اشیاء کا وہ علم جو فنا کے مرتبہ میں زائل ہو گیا تھا، تو بقا کے بعد گریوٹ آئے تو عارف کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس رجوع میں اس کا کمال ہے۔ بلکہ اس کا کمال اسی رجوع کے ساتھ مربوط ہے۔ کیونکہ عارف بقا کے بعد اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متعلق ہو جاتا ہے۔ واجب تعالیٰ میں اشیاء کا علم عین کمال ہے اور اس کی ضد نقصان کا باعث ہے۔ اسی طرح عارف کا حال پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھید یہ ہے بے شک علم ممکن حد تک معلوم صورت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ لازمی طور پر عالم متاثر ہوتا ہے معلوم صورت کے حصول کے ساتھ۔ اور جیسے جیسے علم میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے تو عالم بھی اسی قدر متاثر ہوتا جاتا ہے۔ پس جب اس میں تبدیلی اور اشکال وسیع اور کشادہ ہوتی جاتی ہیں تو اس (کے علم) میں خامی واقع ہوتی جائے گی۔ پس طالب کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان تمام علوم کی نفی کرے اور تمام اشیاء کو بھول جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم اس طرح نہیں ہے (جیسے وہ رکھتا ہے) کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے کہ اس میں معلوم صورتوں میں سے کوئی نقشہ بنایا جائے۔ بلکہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر منکشف ہوتی ہیں۔ ایک علم کے تعلق کے ساتھ۔ پس وہ ذات پاک ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی آتی ہے نہ اس کی صفات اور نہ اس کے افعال میں چیزوں کے واقع ہونے کے ساتھ۔ ایک عارف جو پیدا کیا گیا ہے اس کا علم اس صفت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ معلوم چیزوں کی صورتیں اس کے علم میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے حق میں کوئی تاثر پیدا نہیں ہوتا۔ نہ کوئی تبدیلی آتی ہے، نہ کوئی شکل بدلتی ہے اور نہ کوئی خامی واقع ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں کمال پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے گہرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے حبیب علیہ و علی الصلوٰات والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی برکت سے اپنے خاص بندوں میں سے جسے چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔

منہا۔ اس درویش کو بارہویں سال میں انابت (حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا) کے ابتدائی زمانہ میں رضا کے مقام سے مشرف کیا گیا۔ پہلے نفس کو اطمینان سے ہمکنار کیا اس کے بعد درجہ بدرجہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سعادت سے سعادت مند بنایا گیا۔ اور (اطمینانِ نفس) کی اس دولت سے اس وقت تک مشرف نہ ہوا تھا جب تک رضا کے حق تعالیٰ جل شانہ کا عکس حاصل نہ ہوا تھا۔ نفس مطمئنہ اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا۔ سب تعریفیں اللہ سبحانہ کی ذات کے لیے ہیں (اس کی نعمتوں کی وجہ سے) بہت زیادہ تعریفیں پاکیزہ اور برکت سے بھرپور جس طرح ہمارا رب پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے اور درود و سلام اس کے رسول حضرت محمد کریم ﷺ اور ان کی آل پر جس طرح ان کے لائق ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ جب نفس اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا تو پھر دعا کا مطلب اور بلاؤں کے دفع کرنے کی التجا کس لیے؟ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے رضا کا فعل اس کی مخلوق کی رضا کے ساتھ لازم نہیں ہے۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مخلوق کی رضا کفر اور گناہوں کے سبب بری ہو۔ پس مخلوق کی رضا کا برا ہونا لازم ہے اور نفس کے برے فعل کی وجہ سے نفرت واجب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ برے (فعل کے سبب) نفس سے راضی نہ ہوگا تو بندہ کیسے راضی ہوگا۔ بلکہ اس صورت میں بندہ سختی اور گندگی میں لگ جاتا ہے۔ پس مخلوق سے نفرت اس مخلوق کی رضا کے منافی نہیں ہوگی۔ پس بلاؤں کے دفع کرنے کی طلب عمدہ بات ہے۔ اور جن لوگوں نے فعل کی رضا اور مفعول کی کراہت کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، وہ رضا کے حصول کے بعد کراہت کے وجود میں شبہ کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور ان تکلفات کے دفع کرنے میں لگ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ کراہت کا وجود نہ تو رضا کے حال کے منافی ہے اور نہ رضا کے مقام کے۔ (حالانکہ حال اور مقام میں فرق ہے) اور سچ وہ ہے جو اللہ سبحانہ کے عطا کردہ الہام کے ساتھ میں نے تحقیق کر دیا ہے۔ اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

منہا۔ مدت تک اس بات کی تمنا رہی کہ یہ صورت واضح ہو جو حنفی مذہب میں مناسب ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کی تفصیل سامنے آئے۔ اگرچہ نماز میں قرأت (فاتحہ) فرض ہے اور حقیقی قرأت کو چھوڑ کر حکمی قرأت کو مقرر کرنے کی بات عقل میں نہیں آتی۔ جیسا کہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے۔ لا صلوة الا بفاتحہ الكتاب۔ (سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں)۔ لیکن مذہب کی رعایت کے واسطے سے بے اختیار قرأت کو چھوڑ دیا گیا اور اس ترک (چھوڑنے) کو ریاضت اور مجاہدہ کی نوع شمار کیا گیا۔ آخر کار حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے مذہب کی رعایت کی برکت سے کہ جو ملحدوں کے مذہب کی نقل ہے، مقتدی کی قرأت کے چھوڑنے میں حنفی مذہب کی حقیقت ظاہر کر دی۔ اور حکمی قرأت، بصیرت کی نظر میں حقیقی قرأت سے زیادہ عمدہ ظاہر ہوئی۔ اس لیے کہ امام اور مقتدی سب کے سب مناجات کے مقام میں اکٹھے کھڑے ہوتے ہیں۔ بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات (دعا) کرتے ہیں۔ اور امام کو اس امر میں اپنا پیشوا بناتے ہیں۔ پس امام جو کچھ کہتا ہے گویا وہ سب کی زبان میں (یا سب کی جانب سے) کہتا ہے۔ جیسا کہ کوئی جماعت (بہت سے افراد) کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے کوئی حاجت لے کر جاتی ہے تو اپنے میں سے ایک پیشوا بنا لیتی ہے جو سب کی جانب سے اپنی حاجت کو عرض کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر دوسرے سارے افراد پیشوا کے بولنے کے باوجود سب بولنے لگیں تو یہ ادب کے خلاف ہے اور بادشاہ کی ناراضی کا سبب۔ پس اس جماعت کی حکمی گفتگو جو پیشوا کی زبان سے ادا ہوتی ہے، حقیقی گفتگو سے بہتر ہے۔ قوم (جماعت) کی قرأت کے حال کا بھی یہی معاملہ ہے جو امام کی قرأت کے باوجود شور و غل میں داخل ہے، ادب کے خلاف اور تفریق کا سبب ہے جو کہ اجتماع (اکٹھا ہونا) کے خلاف ہے۔ حنفی اور شافعی مسالک کے درمیان اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ظاہر اور صورت کے لحاظ سے شافعی کی طرف رجوع ہے جبکہ باطناً اور حقیقی لحاظ سے حنفی مذہب کا معاون ہے۔ اس فقیر پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کلام حق (علم عقائد) کے

اختلافات میں حنفی کی جانب (رجوع) ہے۔ تکوین (پیدا کرنا) کی صفات حقیقیہ میں سے ایک جانتے ہیں۔ اگرچہ ظاہر طور پر قدرت و ارادہ کے ساتھ رجوع کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن گہری نظر اور فراست کے نور سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوین ایک علیحدہ صفت ہے۔ اسی طرح باقی کا قیاس کر لیں۔ اور فقہی اختلافات میں عقائد کے اکثر مسائل میں حنفی (مسک) کی جانب یقین ہے اور کم میں تردد ہے اور اس فقیر کو حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات نے ان احوال میں اوسط (درمیانی راہ) کا حکم فرمایا تھا کہ اس وقت ہر مسئلہ میں تیری حیثیت علم کلامی کے مجتہد کی ہے۔ (علم) کلامیہ کے مسائل میں اس فقیر کی رائے خاص طرز کی ہے اور مخصوص علم ہے۔ اکثر اختلافی مسائل میں جو ماتریدیہ (امام ابو منصور ماتریدیہ کے پیروکار) اور اشاعرہ (امام ابوالحسن اشعری کے پیروکار) میں وجہ تنازعہ ہیں، اگر اس مسئلے کے پیدا ہونے کے بارے میں ابتدائی طور پر دیکھا جائے تو اس (مسئلہ) کی حقیقت اشاعرہ کی جانب مفہوم دیتی ہے۔ لیکن جب نور فراست اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حق (سچائی) ماتریدیہ کی جانب ہے۔ (علم) کلامیہ کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے مطابق ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان (ماتریدیہ) بزرگوں کو سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰة والسلام والختیہ کی پیروی کے واسطے سے جو عظیم شان حاصل ہوئی ہے، وہ ان کے مخالفین کو فلسفیوں کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ میسر نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں فریق (ماتریدیہ اور اشاعرہ) اہل حق میں سے ہیں۔ (تاہم) ان بزرگوں کے بزرگ ترین امام کی بلند شان کے بارے میں امام ذی شان اور رہنمائے کامل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ علم والے پرہیزگار اور متقی مجتہدین ہیں۔ کیا شافعیؒ اور مالکؒ اور کیا احمد بن حنبلؒ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ جب امام اعظم (ابوحنیفہؒ) کے مزار کی زیارت کو گئے تو اپنا اجتہاد ترک کر دیا اور اپنے اجتہاد کے مطابق کوئی عمل نہ کیا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ

ان کے حضور اپنے (اجتہاد کے مطابق) کوئی ایسا عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ (انہوں نے) امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت ترک کر دی اور فجر کے قریب قنوت (نماز وتر) نہ پڑھی۔ اس لیے کہ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کی بلند شان سے واقف تھے۔ اور (یہ کہ) مستقبل میں جب حضرت عیسیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام (زمین پر) نزول فرمائیں گے تو ان کا عمل ابوحنیفہؒ کے طریقہ کے مطابق ہوگا۔ جیسا کہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ دوم) نے چھٹی فصل میں فرمایا ہے۔ اور ان کے لیے یہی عظمت کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبران کے طریقہ کے مطابق عمل کرے گا۔ دیگر سو عظمتیں اس ایک عظمت کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے خواجہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ) فرماتے تھے کہ میں بھی امام کے پیچھے (سورۃ) فاتحہ کی قرأت کیا کرتا تھا۔ آخر کار ایک رات میں نے خواب میں امام اعظمؒ کو دیکھا کہ ایک روشن قصیدہ اپنی شان میں پڑھ رہے تھے اور اس قصیدے سے مجھے یہ مضمون بھی ملا کہ بہت سے اولیاء کرام میرے (یعنی امام ابوحنیفہ کے) طریق پر عمل کرتے تھے۔ اُس وقت سے میں نے امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت ترک کر دی۔

منہا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کامل (شیخ) ایک ناقص (مرید) کو طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دے دیتا ہے۔ اور اس ناقص کے مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے حضرت مولانا یعقوب چرنی علیہ الرحمۃ کو کمال کے درجہ کی وصولی سے پہلے ہی طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت عطا کر دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اے یعقوبؒ جو کچھ تجھے مجھ سے ملا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دے۔ اس کے بعد حضرت مولانا (یعقوبؒ) کا کام خواجہ علاء الدین عطار قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچ کر مکمل ہوا۔ اس لیے مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنی تصنیف) نقحات میں مولانا یعقوبؒ کو پہلے خواجہ علاء الدین عطارؒ کے مریدوں میں شمار کیا ہے پھر دوسرے نمبر پر

خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ سے نسبت دی۔ کامل کی ایک قسم یہ ہے کہ ولایت کے درجات میں سے ایک درجہ کی استعداد (لیاقت) جو مرید رکھتا ہے اس درجہ کے حصول کے بعد اس مرید کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے۔ اور وہ مرید ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص۔ اور اسی طرح وہ مرید جو ولایت کے درجات میں دو درجہ یا تین درجہ کی لیاقت رکھتا ہے وہ (بھی) ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص۔ کیونکہ نہایت نہایت تک پہنچنے سے پہلے تمام درجات ایک لحاظ سے کمال کے ہوتے ہیں اور ایک لحاظ سے ناقص۔ یہ اسی طرح ہے۔ شیخ کامل لیاقت کے مرتبہ کے حصول کے بعد اس (مرید) کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے۔ پس اجازت مطلق کمال پر موقوف نہیں ہے۔ جانتا چاہیے کہ اگرچہ ناقص اجازت کے منافی ہے لیکن جب کامل و مکمل (شیخ) ناقص (مرید) کو اپنا نائب بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے تو نقص کا نقصان آگے نہیں بڑھتا۔ اور اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

منہا۔ یادداشت (یاد رکھنا) حضرت ذات باری تعالیٰ و تقدس کی دائمی حضوری سے عبارت ہے۔ اور کبھی اس کا معنی یہ ہے کہ اربابِ قلوب کو بھی جامعیتِ قلب کے واسطے سے خیال کیا جائے۔ کیونکہ جو کچھ انسان کے پورے وجود میں ہے، وہ تنہا اس کے قلب میں بھی ثابت ہے۔ اگرچہ اجمال اور تفصیل میں فرق ہے۔ پس قلب کے مرتبہ میں ذات باری تعالیٰ و تقدس کا حضور دائمی طور پر میسر ہوتا ہے۔ لیکن یہ معنی یا مطلب یادداشت کی صورت سے ہے، یادداشت کی حقیقت سے نہیں۔ یہ جو یادداشت کی صورت سے ہے، یہ نہایت کا بدایت میں اندراج ہو سکتا ہے۔ (بزرگوں نے) اشارہ فرمایا ہوگا۔ اور یادداشت کی حقیقت کا حصول تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن اگر حضرت ذات سے مراد مرتبہ و جوہ لیا جائے کہ ذات اس مرتبہ میں صفات و جوہیہ کی جامع ہے۔ پس یادداشت کے حصول کے لیے صرف اس مرتبہ میں تمام مراتب امکانی طے کرنے کے بعد شہود تک پہنچنے کی صورت بنتی ہے

اور صفاتی تجلیات میں بھی یہی معنی ثابت ہیں کہ اس لحاظ سے صفات کا دیدار حضرت ذات باری تعالیٰ کے حضور کے مخالف نہیں ہے۔ اور اگر حضرت ذات تعالیٰ سے مراد تنہا مرتبہ احدیت لیا جائے جو اسماء صفات نسب اور اعتبارات سے پاک ہے۔ پس یادداشت کا حصول تمام اسمائی اور صفاتی اور نسبی اور اعتباری مراتب طے کرنے کے بعد خیال کیا جائے گا۔ اس فقیر نے جس جگہ بھی یادداشت کا ذکر کیا ہے اس کے آخر کے معنی لائے گئے ہیں۔ اگرچہ اس مرتبہ میں حضور کا اطلاق مناسب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے ارباب سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حضور (حاضر ہونا) اور غیبت (غائب ہونا) سے بلند ہے۔ حضور کے اطلاق کے دیدار کے لیے صفات میں سے ایک صفت درکار ہے۔ جو کہ لفظ حضور کے لیے مناسب ہے۔ یادداشت کے لیے دوسرے معنوں میں ہے۔ اس لحاظ سے یادداشت کو نہایت کہنا شہود و حضور کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر شہود و حضور کی گنجائش نہیں ہے۔ (اس سے اوپر فقط) یا حیرت ہے یا جہل یا معرفت۔ لیکن وہ معرفت نہیں جو تو سمجھتا ہے کہ وہ (تیری) معرفت افعالی اور صفاتی معرفت ہے اور یہ مقام ان منازل کے ساتھ اسماء و صفات کی معرفت سے بلند ہے۔ والصلوة والسلام علی سید البشر و علی آلہ الاطہر۔

منہا۔ اس طریقے کو مکمل کرنے اور نہایت نہایت (کے درجہ) کا وصول مشہور دس مقامات کے طے کرنے سے وابستہ ہے۔ کہ (ان دس مقامات میں سے) پہلا توبہ ہے اور آخری رضا ہے۔ کمال کے مراتب میں سے کوئی بھی مقام رضا کے مقام سے بلند خیال نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ آخری دیدار بھی اور مقام رضا کی حقیقت جیسا کہ مناسب ہے آخرت میں ظاہر ہوگی۔ اور دیگر مقامات کے حصول کا آخرت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ وہاں توبہ کا کوئی معنی نہیں۔ اور زہد کی کوئی گنجائش نہیں اور توکل کا کوئی اظہار نہیں۔ صبر کا وجود نہیں۔ ہاں شکر کا وہاں کچھ ثبوت ہے۔ لیکن وہ شکر، رضا کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے رضا سے جدا نہیں۔ اگر لوگ پوچھیں کہ کوئی کامل و مکمل ہے اور دنیا کی طرف مطلب رکھتا ہے اور اس نے توکل کے خلاف

چیزیں دیکھی ہیں اور (اس سے) کمزوری جو کہ صبر کے مخالف سے ظاہر ہو جاتی ہے اور (اس میں) نفرت جو رضا کی ضد ہے پائی جائے تو اس کی کیا وجہ ہوگی۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ان مقامات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے اور ان خاص الخواص کے ساتھ نسبت ہے۔ یہ مقامات نفس مطمئنہ میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قالب (بدن) اس معنی سے خالی اور بد قسمت ہے، چاہے وہ جتنا بھی دبدبہ اور تیزی دکھائے۔ کسی شخص نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ تو دعویٰ تو محبت کا کرتا ہے لیکن یہ (بدن کا) موٹا پا محبت کے مخالف ہے۔ حضرت شبلیؒ نے اس بارے میں شعر پڑھا۔

احب قلبی و ما درى بدنى و لودرى ما اقام فى السمن
ترجمہ: (میرا دل محبوب حقیقی کو دوست رکھتا ہے اور میرا بدن نہیں جانتا۔ اور اگر جانتا ہے تو موٹاپے میں قیام نہیں کرتا)۔ پس اب مقامات کے خلاف اگر کامل کے بدن سے کچھ ظاہر ہوتا ہے تو نقصان نہیں ہوتا۔ ان مقامات کے حصول میں ان بزرگوں کے باطن سے نسبت ہے۔ اور غیر کامل شخص میں ان مقامات کے نقائص پورے طور ظاہر ہوتے ہیں اور ظاہر و باطن (دونوں) دنیا کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور توکل کے خلاف اس کی صورت اور حقیقت شامل ہو جاتی ہے۔ اور قلب اور قالب (بدن) میں کمزوری اور بے چینی ظاہر ہو جاتی ہے اور روح اور بدن میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں کہ جن کو حضرت حق تعالیٰ سبحانہ نے اپنے ولیوں کے پرے بنا دیئے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو ان بزرگوں (اولیاء کرام) کے کمالات سے محروم رکھا ہے۔ اور اولیاء میں سے ان چیزوں کے باقی رکھنے میں پوشیدہ حکمت ہے۔ اور حق و باطل میں امتیاز کا نہ ہونا اس دنیا کے لوازم میں سے ہے۔ کیونکہ (یہ دنیا) امتحان کا مقام ہے اور اولیاء میں ان اشیاء کے باقی رکھنے میں دوسری حکمت یہ ہے کہ اگرچہ حسب ضرورت ہو ان کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر ان اشیاء کو اولیاء سے بالکل دور کر دیا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی مانند مقید ہو جاتے ہیں۔ سلام ہو اس پر

جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اتباعِ مصطفیٰ علیہ آلہ الصلوٰات والتسلیمات اتمھاوا کملھا کو لازم جانا۔

منہا۔ الہی یہ کیا (معاملہ) ہے جو تو نے اپنے اولیاء کے ساتھ کیا ہے؟ کہ ان کا باطن حضرت خضر علیہ السلام کا صاف و میٹھا پانی ہے۔ جس کسی نے اس (پانی) سے ایک قطرہ بھی چکھ لیا وہ دائمی زندگی حاصل کر گیا۔ اور ان کا ظاہر، زہر قاتل ہے۔ جو کوئی ان (کے ظاہر) کو دیکھتا ہے ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ ان کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت (تکلیف) ہے۔ ان کا باطن دیکھنے والے انہی میں سے (نیک لوگ) ہیں۔ جبکہ ان کا ظاہر دیکھنے والے بد مذہب ہیں۔ ظاہری صورت میں وہ جو کی طرح ہیں لیکن حقیقت میں گندم عطا کرنے والے ہیں۔ ظاہر طور پر وہ عوام کی طرح بشر ہیں جبکہ باطنی طور پر فرشتوں کی صفات والے ہیں۔ صورت کے لحاظ سے زمین پر ہیں، معنی کے لحاظ سے آسمان پر ہیں۔ ان کے ہم نشین سنگدلی سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ان کے دوست سعادت مند بن جاتے ہیں۔ وہ اللہ کی جماعت سے ہیں۔ ”جان لو بے شک اللہ کی جماعت والے وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں“۔ (سورۃ المجادلہ آیت 22)۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم۔

منہا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کو اس طریق پر پوشیدہ رکھا ہوا ہے کہ ان کا ظاہر ان کے باطن کے کمالات سے ناواقف ہے۔ پس اگرچہ ان کے باہر ان کے باطن سے بے چونی (بے مثل) اور بے چگونی کے مرتبہ سے نسبت حاصل کر لی ہے، ابھی بے چون ہے اور ان کا باطن عالم امر کا چون ہے۔ اور بے چونی سے حصہ رکھتا ہے۔ اور ظاہر جو سراسر چون ہے اس کی حقیقت کو کیا سمجھے۔ بلکہ ممکن ہے کہ نفس اس نسبت کے حصول سے انکار کر دے، کثرت جہالت اور عدم مناسبت کی وجہ سے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفس نسبت کے اصول جانتا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس کا متعلق کون ہے۔ بلکہ یہ زیادہ ممکن ہے کہ وہ حقیقی

متعلق کی نفی ظاہر کرے۔ اور یہ سب کچھ اس نسبت کی بلندی کی وجہ سے ہے اور ظاہر کہ گھٹیا ہونے کی وجہ سے۔ اور اپنا باطن اس نسبت کا مغلوب ہے اور دیدار و سمجھ سے اوجھل ہے۔ نہیں جانتا کہ کیا رکھے اور کس سے رکھے۔ پس مجبوراً عاجزی کے بغیر معرفت سے معرفت کا راستہ نہیں ملتا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ پہلے سے معلوم شدہ چیز کے علم سے عاجز ہو جاتا ہے۔ ادراک کا نفس نسبت خاصہ سے عبارت ہے کہ اس کے ادراک (سمجھ) کے لیے عاجزی لازمی ہے۔ بے شک صاحب ادراک مغلوب ہوتا ہے۔ وہ اپنے ادراک کو نہیں جانتا اور اس کے علاوہ (کوئی دوسرا شخص) اس کا حال نہیں جانتا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

منہا۔ ایک شخص نے صوفیوں والا لباس پہنا ہوا تھا اور اعتقاد کی بدعت میں گرفتار تھا۔ یہ فقیر اس کے بارے میں فکر مند تھا۔ اتفاقاً میں دیکھتا ہوں کہ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہم باجمعین اکٹھے ہیں اور وہ سب بیک زبان ہو کر اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ لیس منا (وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔ اس دوران دل میں آیا اور اس شخص کے بارے میں کہ یہ فقیر جس کے حق میں فکر مند تھا دریافت کیا۔ اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا ”ہم میں سے وہ لوگ تھے (یعنی نیک لوگ) جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بُرے اعتقاد سے پناہ مانگتے تھے اور بلند مرتبت انبیاء پر طعن کرنے سے پناہ مانگتے تھے“۔

منہا۔ اس فقیر پر یہ ظاہر کیا گیا کہ الفاظ ”قرب“، ”معیت“ اور ”حق سبحانہ کا احاطہ“ جو قرآن مجید میں مذکور ہوئے ہیں وہ سب ہاتھ اور منہ کی مانند قرآنی تشابہات میں سے ہیں۔ اور الفاظ ”اول“ و ”آخر“ اور ”ظاہر“ و ”باطن“ بھی اسی طرح کے ہیں اور ان کی مانند ہیں۔ پس ہم حق سبحانہ و تعالیٰ کو قریب کہتے ہیں۔ لیکن ہم قرب کے معنی نہیں جانتے کہ کیا ہیں۔ اسی طرح ہم اول کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اول سے کیا مراد ہے۔ قرب اور اولیت کے وہ معنی جو ہمارے علم اور فہم کے دائرہ میں آتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے پاک اور بلند تر ہے اور جو

کچھ ہمارے کشف اور شہود میں سماتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اولیت جو بعض صوفیا کرام نے کشف کے ذریعے سمجھا ہے اور اس کشف کے معنی کے مطابق حق سبحانہ کو قریب اور ساتھ جانا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے لیے جسمانی انداز کے قائل ہیں۔ (یہ درست نہیں ہے)۔ اور بعض علماء نے اس کی تاویل میں جو کہا ہے اور قرب سے مراد علمی قرب لیا ہے۔ تاویل کے رنگ میں قدرت کے ساتھ ہاتھ ہے اور ذات کے ساتھ منہ۔ تاویل کی تجویز کرنے والوں کے نزدیک تجویز کنندہ ہے اور ہم تاویل کی تجویز نہیں کرتے۔ اور ہم اس کی تاویل حق سبحانہ و تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ صحیح علم اللہ سبحانہ کو حاصل ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ یہ فقیر نماز وتر کبھی رات کے پہلے حصے میں ادا کرتا تھا اور کبھی رات کے آخری حصے میں پڑھتا تھا۔ انہی راتوں میں سے ایک رات مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا کہ تاخیر سے (رات کے آخری حصے میں) نماز وتر پڑھنے کی صورت میں جب نمازی نیند کرتا ہے اور یہ نیت کرتا ہے کہ رات کے آخری حصے میں نماز وتر ادا کرے گا تو نیکیاں لکھنے والے (فرشتے) ساری رات اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ نماز وتر ادا کرتا ہے۔ پس جس قدر نماز وتر کوتاخیر سے ادا کیا جائے زیادہ بہتر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس فقیر کو وتر کی جلد ادائیگی یا تاخیر کی ادائیگی کے سلسلے میں سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰات والتسلیمات کی متابعت کے سوا کوئی چیز منظور نہیں ہے۔ اور کوئی فضیلت متابعت (نبوی) کی بزاہر نہیں ہو سکتی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز وتر کبھی اول شب میں ادا فرمائی ہے اور کبھی آخر شب میں۔ (یہ فقیر) اپنی سعادت اسی میں جانتا ہے کہ شک و شبہ والے امور میں سرورِ دو عالم علیہ وعلی آلہ الصلوٰة والسلام کی طرف رجوع کرے۔ خواہ وہ شک و شبہ صورت (یعنی ظاہر) کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ لوگوں نے بعض سنتوں میں شب بیداری کی نیت اور اسی طرح کی چیزوں کو شامل کر لیا ہے۔ ان کی اس کوتاہ اندیشی (کم عقلی) پر حیرانی ہوتی ہے کہ ہزار راتوں کی

بیداری کو وہ متابعت کی نصف جو کے بدلے میں نہیں خریدتے۔ ماہ کے آخری عشرے میں ہم اعتکاف بیٹھے۔ دوستوں کو اکٹھا کر کے ہم نے کہا کہ متابعت (محمدی) کے علاوہ کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کہ ہمارا ترک دنیا جتنا بھی ہو ایک متابعت کے حصول کے لیے سو مصیبتیں ہمیں قبول ہیں۔ لیکن متابعت کے وسیلہ کے بغیر ہم ہزاروں ترک دنیا کے معاملہ کو قبول نہیں کریں گے۔

آنرا کہ درسرائے نگاریست فارغست از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار ترجمہ۔ وہ شخص جو محبوب کے گھر میں ہو، اُسے باغ، چمن اور پھولوں کے نظارے کی حاجت نہیں ہوتی۔ (یعنی محبوب کا گھر گلستان سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ و سبحانہ ہمیں نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰات والتسلیمات اتمھا و اکملھا کی مکمل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

منہا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ہم درویش بیٹھے تھے۔ اس فقیر نے اپنی اس محبت کے باعث جو سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے غلاموں سے تھی، یوں کہا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس طور مجھ پر غالب ہو گئی کہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس واسطہ سے محبت کرتا ہوں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب ہے۔ وہ حاضر (درویش) اس بات سے حیران زدہ ہو گئے مگر مخالفت کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ یہ بات رابعہ کی بات کے برعکس ہے۔ کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو میں نے خواب میں کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت نے مجھ پر اس طریق پر غلبہ پالیا ہے کہ تمھاری محبت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سُکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات کی اصلیت ہے۔ اس نے عین سُکر میں (یہ بات) کہی اور میں نے صحو کے آغاز میں۔ اس کی بات صفات کے مرتبے میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرتبہ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام نسبتوں کو اس مرتبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں مکی حیرت ہے یا جہل (بے علمی)۔ بلکہ اس مرتبہ میں ذوق کے

ساتھ محبت کی نفی کی جاتی ہے۔ کسی بھی لحاظ سے خود کو اس کی محبت کے لائق نہیں جانتا۔ محبت اور معرفت (اس کی) صفات سے ہے۔ بس محبت ذاتی سے مراد جیسا کہ کہتے ہیں اس کی ذات احدیت نہیں ہے بلکہ ذات ذات کے بعض اعتبارات ہیں۔ پس رابعہ کی محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ صحیح الہام کرنے والا ہے۔ والصلوة والسلام علی سید البشر وآلہ الاطہر۔

صفا۔ علم کی شرافت معلوم کے رتبہ اور شرف کے لحاظ سے ہے۔ معلوم جس قدر شریف ہوگا اس کا علم اس سے زیادہ بلند رتبہ والا ہوگا۔ پس علم باطن کہ جس سے صوفیہ حضرات ممتاز ہیں علم ظاہر سے زیادہ باعث عزت ہے۔ کیونکہ علم ظاہر صرف ظاہر علماء کے حصے میں ہے۔ علم ظاہر کی شرافت کو حجام اور جولا ہے کے علم کے مطابق خیال کریں۔ پس پیر کے آداب کا لحاظ علم ظاہر کے استاد سے زیادہ ہے کیونکہ اس سے علم باطن حاصل کیا جاتا ہے اور علم ظاہر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اسی طرح حجامت اور جولا ہے پن کے استاد سے علم ظاہر کے استاد کا لحاظ زیادہ ہے۔ اور علوم ظاہری کی اصناف میں یہی فرق جاری ہے۔ علم کلام اور فقہ کا استاد، علم نحو و صرف کے استاد سے زیادہ بہتر اور بزرگ ہے۔ اور نحو و صرف کا استاد علوم فلسفہ کے استاد سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ علوم فلسفہ علوم معتبرہ میں داخل نہیں ہیں۔ ان کے اکثر مسائل غیر مفید اور فضول ہیں۔ اور ان کے وہ تھوڑے مسائل جو اسلامی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں اور ان میں تصرف کیا گیا ہے وہ مکمل جہالت سے خالی نہیں ہیں۔ کہ عقل کو ان میں دخل کی مجال نہیں ہے۔ نبوت کا طور طریقہ نظر کی عقل کے طور طریقے سے الگ ہے۔

جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق دیگر تمام صاحبان حقوق سے فوقیت رکھتے ہیں۔ بلکہ پیر کے حقوق دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت نہیں رکھتے کیونکہ (اس پر) حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ و علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے احسانات ہیں۔ بلکہ حقیقی پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مانند ہے۔ اس کی صورت والی پیدائش

اگرچہ والدین سے ہے لیکن معنوی پیدائش پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ صورت والی پیدائش کی زندگی چند دنوں کی ہے لیکن معنوی پیدائش کی زندگی ہمیشہ کی ہے۔ مرید کی معنوی ناپاکیوں کو پیر اپنے قلب و روح (کی توجہ) سے پاک کرتا ہے اور توجہات کے دوران بعض طالبان (سلوک) سے جو نسبت پیدا ہوتی ہے تو ان کے معدہ کو طہارت بخشتا ہے۔ اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی باطن کی ناپاکیوں کی طہارت میں آلودگی صاحب توجہ کی طرف آتی ہے۔ اور جب تک (اس کے اندر) تیرگی رہتی ہے تو یہ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے وہ (طالبان) خدا عزوجل تک پہنچتے ہیں۔ جس کو جملہ دنیوی اور اخروی سعادتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ جو ذاتی طور پر کمینہ ہے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور سرکشی چھوڑ کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ اور ذاتی کفر سے (تائب ہو کر) حقیقی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

ع گر گویم شرح این بے حد شود

(اگر میں اس کی تشریح کروں تو بہت زیادہ (طویل) ہو جائے گی)۔

پس اپنی خوش قسمتی (نیک بختی) کو پیر کی رضامندی میں جاننا چاہیے اور اپنی بد بختی کو پیر کی ناراضگی میں سمجھنا چاہیے۔ ہم اللہ سبحانہ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ حق سبحانہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید خود کو پیر کی رضامندی میں گم نہیں کر دیتا وہ حق سبحانہ کی رضا تک نہیں پہنچتا۔ پیر کی دل آزاری میں مرید کے لیے مصیبت ہے۔ (مرید سے) جو کوئی بھی لغزش ہو (بیعت ہونے کے بعد) تو اس کا علاج ممکن ہے۔ لیکن پیر کی دل آزاری کا علاج کسی چیز سے بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ پیر کی دل آزاری مرید کے لیے بد بختی کی جڑ ہے۔ اللہ سبحانہ اس سے پناہ میں رکھے۔ اسلامی اعتقادات میں خلل کا پیدا ہونا اور احکام شرعیہ میں گمراہی کی خرابی کا ہونا اس (پیر کی دل آزاری) کا نتیجہ اور ثمر ہے۔ تمام احوال اور وجدانی کیفیات، جن کا تعلق باطن سے ہے، اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر پیر کی دل آزاری کے باوجود کسی احوال کا اثر یا نتیجہ ظاہر ہو تو اس کو استدراج (خلاف معمول کام) شمار

کرنا چاہیے۔ کہ آخر اس کی کوئی خرابی نکلے گی اور اس کا نتیجہ صرف نقصان ہوگا۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ قاب عالم امر سے ہے اور اس کو عالم خلق کا تعلق اور عشق دے کر عالم خلق کی طرف نیچے بھیجا گیا ہے اور اس مضعہ (گوشت کا لوتھڑا) کو جو ہمارے (سینے کے) بائیں جانب ہے خاص تعلق بخشا گیا ہے۔ اس انداز میں کہ بادشاہ کے اندر خاکروب کا عشق پیدا کیا گیا۔ پھر اس سبب سے اس کو خاکروب کی منزل میں اتارا گیا۔ اور روح جو قلب سے بہت ہلکی ہے وہ اصحابِ یمین (نیک لوگوں یا دائیں طرف کے لوگوں) میں سے ہے۔ اور تین لطائف (سر۔ نخی۔ انھی) جو لطیفہ روح سے اوپر ہیں وہ خیر الامور اوسطھا (ہر امر کی بھلائی اس کے وسط میں ہے) کے شرف سے مشرف کیے گئے ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہیں لیکن وسط میں ہونے کے سبب مناسب تر ہیں۔ اور نفس جو حواس کا خادم ہے، اس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اور قلب کی ترقی روح کے مقام میں اس کے اصول سے وابستہ ہے اور روح سے اوپر کے مقام میں۔ اور اسی طرح روح کی ترقی اس سے اوپر کے مقام اور ان اوپر کے مقامات کے وصول سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ اصول شروع میں احوال کے طریق پر ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر۔ اور نفس کی ترقی شروع میں احوال کے طریق پر ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر، قلب کے مقام میں پہنچنے سے ہے۔ اور آخر کار یہ چھ لطائف انھی کے مقام تک پہنچتے ہیں اور تمام اکٹھے ہو کر عالم قدس کی طرف پرواز کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور لطیفہ قلب (بدن) کو خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن پرواز بھی شروع میں احوال کے طریق پر ہوتی ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر۔ اور یہ فنا کا حصول ہے۔ اور وہ موت جو مرنے سے پیشتر کہی گئی ہے اس سے مراد انہی چھ لطائف کی لطیفہ قلب اور سر سے جدائی ہے۔ ان (لطائف) کی جدائی کے بعد قالب میں حس و حرکت کے باقی رہنے کے متعلق دوسرے مقامات پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وہاں پر ملاحظہ کریں۔ یہ ورق اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔ (اس ورق میں)

بات کا اشارہ اور رمز ہی کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام لطائف ایک مقام میں جمع ہوں اور وہاں سے پرواز کریں۔ بلکہ کبھی ہو سکتا ہے کہ قلب اور روح دونوں ہی مل کر یہ کام کریں۔ کبھی تینوں ہو سکتے ہیں اور کبھی چار۔ اور جو کچھ پہلے ذکر کیا گیا ہے (یعنی سب کے اکٹھے ہونے کا) وہ تمام اور مکمل ہے اور ولایت محمدی علیہ و آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کے علاوہ ولایت کی اقسام میں سے ہیں۔ اور جب وہ چھ لطائف قلب سے جدائی کے بعد مقام قدس کا وصول کر کے اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اگر واپس قلب کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور تعلق پیدا کرتے ہیں تو صرف محبت کا تعلق اور قلب کا حکم ہوتا ہے۔ اور آپس میں ملنے جلنے کے بعد ایک قسم کی فنا پیدا کر کے میت (موت) کا حکم لیتے ہیں۔ اس وقت وہ ایک خاص تجلی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور نئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اور بقا باللہ کے مقام سے سرفراز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ اس دوران اگر انہیں خلعت بخشی جائے تو واپس عالم کی طرف آتے ہیں اور معاملہ قرب سے دوری کا انجام پا جائے گا اور مقدمہ مکمل ہو جائے گا۔ اور اگر عالم کی طرف واپس نہ آئیں اور قرب کے بعد دوری حاصل نہ ہو تو اولیاء کرام گوشہ نشینی اختیار کر لیں گے اور ان کے ہاتھ سے طالبان (سلوک) کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل نہیں ہوگی۔ یہ ہدایت اور نہایت کی بات ہے جو رمز و اشارہ کے انداز میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن ان منازل کو طے کرنے کے بغیر اس (بات) کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور حضرت مصطفیٰ علیہ و آلہ الصلوٰۃ و السلام کی اتباع کو لازم جانا۔

منہا۔ حضرت سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ازل سے ابد تک ایک ہی کلام ہے۔ وہ کلام نہ تو ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے۔ کیونکہ خاموشی اور گونگا پن اللہ تعالیٰ کے حق میں مشکل ہے۔ کیا عجب اگر وہاں ازل سے ابد تک ایک لہو ہو۔ جبکہ اللہ سبحانہ پر زمانہ جاری نہیں ہے (یعنی وہ زمانہ یا وقت سے آزاد ہے)۔ ایک لہو میں سوائے ایک کلام

کے زیادہ کلام کیسے ہو سکتا ہے۔ اور وہ ایک کلام کلام کی چند اقسام کا تعلقات کی تعداد کے اعتبار سے مدعا رکھتا ہے۔ مثلاً اگر مامور (جس کو حکم دیا جائے) سے تعلق پیدا ہو گیا ہو تو وہ امر (حکم) تازہ ہوگا۔ اور اگر منہی (وہ فعل جس کا کرنا منع ہے) سے تعلق پیدا ہو گیا تو اس کا نام نہیں ہوگا اور اگر اخبار سے تعلق پیدا ہو گیا تو خبر ظہور پذیر ہوگی۔ اور اخبار کے باب کی اخیر (یہ ہے کہ) ماضی اور مستقبل سے ایک جماعت کو اشکال میں بدلتے ہیں اور شروع و آخر سے مدلول (دلالت کیا گیا) کے شروع و اخیر پر دلیل کرنے والے ہیں۔ اور اگر اشکال نہیں ہے تو چونکہ ماضی و مستقبل (کی یہ اخیر) مخصوص صفات میں سے ہے۔ اور دلیل کرنے والی ہے کہ اس کی کشادگی کے اعتبار سے وہ پیدا ہوگئی ہے اور مدلول کے مرتبے میں چونکہ وہ اپنے حال کے ساتھ ہے اور کوئی کشادگی پیدا نہیں کی ہے (اس لیے) ماضی و مستقبل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دانا لوگوں کا کہنا ہے کہ ماہیت واحدہ کو خارجی وجود کے اعتبار سے علیحدہ ہونا لازمی ہے اور ذہنی وجود کے اعتبار سے صفات (کا) جدا ہونا ہے۔ اگرچہ کسی ایک شے میں صفات و لوازم کی دُوری غیریت اور شناخت کے اعتبار سے جائز ہوتی ہے۔ دال (دلیل کرنے والا) اور مدلول (دلالت کیا گیا) میں جو کہ دراصل ایک دوسرے سے جدا ہیں پہلے طریق پر جائز ہوگا۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک لمحہ ہے، اس سے مراد تنگی ہے۔ ورنہ لمحہ کی بھی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ وہ بھی زمانے کی مانند یہاں بوجھل ہے۔ جاننا چاہیے کہ ”ممکن“ جو قرب الہی جل سلطانہ کے مقامات میں سے ہے۔ جب امکان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل اور ابد کو متحد پاتا ہے۔ حضرت رسول خاتم النبیین علیہ وعلی الصلوٰۃ والسلام والحقیۃ نے معراج کی رات عروج کے مقامات میں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پایا اور حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان موجود تھا۔ اہل جنت کو جنت میں دیکھا اور دوزخیوں کو دوزخ میں دیکھا۔ اور پانچ سو سال کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو، کہ اغنیاء صحابہ میں سے ہیں، کے بہشت میں داخل ہونے کے وقت سے آدھا دن ہے

جب بہشت میں پہنچے تو حضرت پیغمبر عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دیر سے آنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے اپنی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ اور یہ سب کچھ ایک لمحہ کی مانند ظاہر ہوا۔ ماضی و مستقبل کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس حقیر فقیر (یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) پر بھی بعض اوقات حضرت حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں ایسی حالت پیدا ہوئی۔ فرشتوں کو عین اس حالت میں پایا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ابھی سجدے سے سر نہ اٹھایا تھا کہ بلند مرتبہ فرشتوں کو ان سجدہ کرنے والے فرشتوں سے جدا دیکھا کہ جو سجدہ تو نہیں کر رہے تھے لیکن اپنے مشہود میں ہلاک اور غرق تھے اور وہ احوال جن کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اسی لمحے میں نظر آ گئے۔ اور جب اس واقعہ کو ایک مدت گزر گئی تو آخرت کے احوال کی تفصیل بیان نہ کی کیونکہ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ تھا۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ (آخرت کے احوال کی) یہ حالت حضرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اور جسم (دونوں) پر گزر رہی تھی۔ اور ان کی بصر (ظاہری آنکھ) اور بصیرت (دل کی آنکھ) کو نظر آئی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کو جو کہ محتاج ہیں اگر یہ حالت اتباع (شریعت) کے طریق پر نصیب ہوتی ہے تو روح پر یہ حالت بند ہے (یعنی ناممکن ہے) اور بصیرت سے مخصوص ہے۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرم
 این بسکہ رسد ز دور بانگ جرم
 (جس قافلے میں وہ (محبوب) ہے میں جانتا ہوں لیکن پہنچ نہیں سکتا۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ (قافلے کی) گھنٹی کی آواز مجھ تک آرہی ہے)۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ
 والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

منہا۔ تکوین (اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو پیدا کرنا) واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) کی صفات حقیقیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اشاعرہ (امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرنے والے) تکوین کو صفات اضافیہ میں سے جانتے ہیں اور قدرت و ارادہ کو عالم کی تخلیق میں کافی

سمجھتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تکوین قدرت و ارادہ کے علاوہ ایک علیحدہ صفت حقیقیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے معنی (کسی کام کے) کرنے یا چھوڑنے کے ہیں۔ جبکہ ارادہ، قدرت کے ان دونوں اطراف یعنی کرنا یا چھوڑنا میں سے ایک کے لیے مخصوص ہے۔ پس قدرت کا رتبہ ارادہ کے رتبہ سے بالا ہے۔ اور تکوین، کہ جس کو ہم صفات حقیقیہ میں سے جانتے ہیں، کا رتبہ قدرت اور ارادہ کے رتبے کے بعد ہے۔ کیونکہ اس صفت کا کام اس طرف کی ایجاد یا تخلیق کے لیے مخصوص ہے۔ پس قدرت اس فعل کو صحیح کرنے والی ہے اور ارادہ اس کو مخصوص کرنے والا ہے۔ اور تکوین اس کو ایجاد کرنے والی ہے۔ پس (صرف) تکوین سے مدد انہیں (یعنی قدرت و ارادہ اس کے لیے کافی نہیں ہیں)۔ اس کی مثال استطاعت مع الفعل کی مانند ہے کہ علمائے اہل سنت نے اس کو درست ثابت کیا ہے۔ اور (اس میں) کوئی شک نہیں کہ یہ استطاعت (کوئی کام کر سکرنا) قدرت کے ثبوت کے بعد ہے بلکہ ارادہ کے تعلق کے بعد۔ اور ایجاد کا ثبوت اس استطاعت سے وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت فعل (کام کرنا) کی موجب ہے۔ اور اس میں ترک (چھوڑ دینا) کا مفہوم ناپید ہے۔ اور تکوین کی صفت کا حال یہی ہے کہ ایجاد اس کے ساتھ ایجاب (منظوری) کے طریق پر ہے۔ لیکن یہ ایجاب اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں دیتا کہ اس کا ثبوت قدرت کے ثبوت کے بعد ہے۔ جو کہ فعل (کرنا) اور ترک (چھوڑنا) کی درستی کے معنی میں ہے۔ اور ارادہ کی تخصیص کے بعد جو کچھ فلسفیوں نے کہا ہے، یعنی انہوں نے پہلی شرط (جب کرنا چاہے) کو سچائی کے واجب خیال کیا ہے اور دوسری شرط (جب نہ چاہے، نہیں کرتا) کو سچائی کے منع اور ارادہ کی نفی ظاہر کیا ہے، کے خلاف ایجاب کے سلسلے میں وضاحت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ اس بات سے کہیں عالی تر ہے۔ اور ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دونوں قدرتوں میں سے ایک کے لیے مخصوص ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کے لیے لازم ہے اور اس کا تاکید کرنے والا ہے نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والا ہے۔ اور صاحب فتوحات (شیخ محی الدین ابن

عربی قدس سرہ) کا کشف بھی حکماء کی رائے کے موافق واقع ہوا ہے اور قدرت میں پہلی شرط کو سچائی کا واجب جانتا ہے۔ اور دوسری شرط کو سچائی یا صدق کا منع کرنے والا۔ ایجاب کے اس قول کے مطابق ارادہ بیکار ہو جاتا ہے کہ یہاں پر تساوی میں سے ایک کی تخصیص کی نفی کرتا ہے۔ اور اگر تکوین میں اس معنی کو ثابت کریں تو یہ گنجائش نکلتی ہے کہ ایجاب کے شبہ سے پاک ہے۔ یہ فرق بڑا غور و فکر والا ہے کہ بہت کم کسی نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ علمائے ماترید یہ نے اگرچہ اس صفت کو ثابت کیا ہے لیکن سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع میں اتنی تیزی نہیں دکھائی ہے۔ تمام اہل کلام میں سے ان کو اس معرفت کے ساتھ ممتاز بنایا گیا ہے اور یہ حقیر فقیر ان بلند مرتبہ لوگوں سے فائدہ اٹھانے والا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو سید المرسلین علیہ علی آلہ و الصلوٰۃ والتسلیمات اتمھا و اکملھا کے صدقے صحیح عقیدہ رکھنے والوں پر ثابت قدم رکھے۔

منہا۔ آخرت میں خداوند عزوجل کا دیدار مومنوں کے لیے حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس کے اہل سنت و جماعت کے علاوہ کوئی بھی اسلامی گروہ اور حکمائے فلاسفہ اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ حاضر پر غائب ہونے کا خیال ہے۔ اور وہ غلط ہے۔ اگر مشہود بے چون اور بے چگون ہو تو جس دیدار کا اس سے تعلق ہے وہ بھی بے چون ہوگا۔ اس پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اس کی کیفیت کے ساتھ شغل نہیں کرنا چاہیے۔ اس بھید کو آج (دنیا میں) صرف خواص اولیاء پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اگرچہ دیدار نہیں ہے لیکن دیدار کے بغیر بھی نہیں ہے۔ کانک تراہ (جیسے کہ تو اسے دیکھتا ہے)۔ کل کو (آخرت میں) تمام مومنین حق سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے سر کی (ظاہری) آنکھ سے دیدار کریں گے لیکن اس کا ادراک نہ کر سکیں گے۔ لا تذرکھ الانصار (آنکھیں ادراک نہ کریں گی)۔ دو چیزیں معلوم ہوں گی (ایک) علم یقین کہ جس سے دیکھتے ہیں اور (دوسری) التذازی (لذت) کہ جو دیدار پر مرتب ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ دیدار کے باقی سب لوازم ناپید ہیں۔ یہ مسئلہ کلام (علم عقائد) کے

گہرے ترین مسئلوں میں سے ہے۔ عقل اس (مسئلہ) کے ثبوت اور تصویر سے عاجز ہے۔ انبیاء کرام کی اتباع کرنے والے علماء اور صوفیہ کرام نے اسے نور فراست سے، کہ نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہے، معلوم کیا ہے۔ اسی طرح علم کلام کے اس طرح کے دیگر مسائل کہ جن کو عقلی لحاظ سے سمجھنے میں عاجزی اور حیرانی ہے، علمائے اہل سنت نے فقط نور فراست سے سمجھا ہے۔ اور صوفیہ کے لیے نور فراست بھی ہے اور کشف و شہود بھی۔ کشف اور فراست کے درمیان فرق حدیثیات (قیاس کرنا) اور حسیات (محسوس کرنا) کا ہے۔ فراست نظریات (کہ جن کے لیے دلیل کی ضرورت ہے) کو حدیثیات بنا دیتی ہے اور کشف، نظریات کو حسیات بنا دیتا ہے۔ اور وہ مسائل کہ جن کے اہل سنت قائل ہیں اور ان کے مخالف جو عقل کے لحاظ سے (ان کو) لازم سمجھتے ہیں، ان کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب اسی طرح کے ہیں کہ جنہوں نے نور فراست سے معلوم کر لیا ہے اور کشف صحیح سے دیکھ لیا ہے۔ اگر ان مسائل کے بیان کی وضاحت کی جائے تو اس کا مقصد تصویر اور تشبیہ ہو گا نہ کہ نظر اور دلیل سے ان کا ثابت کرنا۔ کیونکہ عقل کی نظر ان کے ثبوت اور تصویر سے اندھی ہے۔ ان علماء پر تعجب ہے کہ جو ان مسائل (کی وضاحت) میں خود کو مقام استدلال (دلیلیں دینا) پر لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دلائل سے ان کو ثابت کریں اور مخالفین پر اپنی حجت پوزی کریں۔ ایسا ناممکن ہے اور دلائل بھی نہیں دیئے جاسکتے۔ مخالف لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کے مسائل بھی ان کی دلیلوں کی مانند کمزور نامکمل ہیں۔ مثلاً علمائے اہل سنت نے استطاعت مع الفعل کو ثابت کیا ہے۔ یہ مسئلہ صحیح مسائل میں سے ایک ہے کہ جس کو نور فراست اور کشف صحیح سے معلوم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کو ثبوت کے لیے دلائل دیئے جائیں تو وہ کمزور اور نامکمل ہیں۔ اس مسئلہ کے ثبوت میں ان کے قوی دلائل بھی زیادہ پائیدار نہیں ہیں۔ دو اوقات میں۔ کیونکہ اگر انکار باقی ہو گا تو لازم ہے کہ انکار کے ساتھ انکار کا قیام ہو اور یہ مشکل ہے۔ اور چونکہ اس دلیل کو مخالفوں نے کمزور اور نامکمل سمجھا ہوا ہے (اس لیے) انہوں نے یہ یقین کر رکھا ہے کہ یہ مسئلہ

بھی نامکمل ہے۔ (مخالفین) نہیں جانتے کہ ان (علمائے اہلسنت) کا اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کا رہنما نور فراست ہے کہ جو نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہے۔ لیکن ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم حدیسی اور بدیہی مخالفوں کی نظر میں نظر آنے والی بنا دیتے ہیں اور بڑے تکلفات سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس باب کی آخر کیا ہے۔ ہماری حدیسی اور بدیہی مخالفوں پر حجت نہیں ہے۔ گو نہ ہو ہم پر (کسی) اعلان یا تبلیغ کے سوا لازم نہیں ہے۔ جو کوئی مسلمانی کا ابتدائی حسن رکھتا ہے وہ بے اختیار قبول کرے گا اور جو کوئی بد بخت ہے تو فقط انکار کرے گا۔ علمائے اہل سنت نے شیخ الاسلام شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ کے احباب کا جو طریقہ اختیار کیا ہے بہت خوبصورت ہے کہ انہوں نے اپنے مقاصد کو مختصر بیان کیا ہے۔ اور فلسفیانہ گہرائیوں سے رُوگردانی کر کے نظر و استدلال کے طریق کو فلسفیانہ طریق کے ساتھ علمائے اہل سنت و جماعت کے درمیان شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا ہے اور چاہا ہے کہ اہلسنت کے اعتقادات کو فلسفیانہ دلائل سے مکمل کریں اور یہ مشکل ہے۔ (اس طرح کرنا گویا) مخالفین کو اکابرین پر لعن طعن کرنے کی ہمت بندھانا اور بزرگوں کے طریقے کو چھوڑ دینا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اہل حق کی آراء کی پیروی کرنے پر ثابت قدم رکھے جنہوں نے نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات اتمھا واکملھا کے انوار سے (یہ سب کچھ) اخذ کیا ہے۔

منہا۔ آیت کریمہ وَ اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرو) کے حکم کے مطابق اس عظیم نعمت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو معتقدات کلامیہ سے نسبت کا یقین جو کہ اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق ہے حصول کے راستے کا حاصل ہو گیا ہے کہ اس یقین کے پہلو میں اس یقین کو جسے بدیہات کے ظاہر سے نسبت حاصل ہے گمان بلکہ وہم کا حکم رکھتا ہے۔ مثلاً جب میں اس یقین کا جسے کلام کے تمام وسائل سے نسبت حاصل ہے اس یقین سے جسے آفتاب کے

وجود سے نسبت ہے، موازنہ کرتا ہوں تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ دوسرے یقین (آفتاب کے وجود والا) کو پہلے یقین کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ عقلمند لوگ اس معنی کو قبول کریں یا نہ کریں بلکہ البتہ نہ کریں کہ یہ مسئلہ نظر عقل کے لحاظ سے ماوراء ہے۔ ظاہر بین عقل کے نصیب میں اس مقام سے انکار کے سوا کچھ نہیں۔ اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ یقین قلب کا کام ہے اور وہ یقین جو قلب کو آفتاب کے وجود سے حاصل ہوتا ہے وہ حواس کے ذریعے سے ہے جو ذرائع کا حکم رکھتے ہیں (یعنی اسباب کے محتاج ہیں)۔ اور وہ یقین جو قلب کو مسائل کلامیہ سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی وسیلہ یا ذریعہ کے بغیر ہوتا ہے جو کہ الہام کے طور پر حضرت وہاب جل و علا بغیر کسی واسطہ کے القا فرماتا ہے اور عطا کرتا ہے۔ پس پہلا یقین بمنزلہ علم یقین کے ہے اور دوسرا یقین بمنزلہ عین الیقین کے ہے۔ ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ شنیدہ کے بودمانند دیدہ۔ (سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی کے برابر نہیں ہو سکتی)۔

منہا۔ جب طالب کا فقط خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل سے اس کے سینے کا آنگن تمام مرادوں اور تمناؤں سے خالی ہو جاتا ہے تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہ کے سوا اس کے لیے کچھ نہ رہے۔ تو اس وقت اسے اس کی پیدائش کے مقصد سے آگاہی ہو جاتی ہے اور بندگی کی حقیقت کو پورا کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر چاہیں کہ اسے ناقصوں کی تربیت کے لیے واپس بھیجا جائے تو خود اسے (اس بات کا) ارادہ عطا فرماتے ہیں اور اختیار دیتے ہیں کہ قولی اور فعلی تصرفات کے اجازت یافتہ بندے کی مانند مختار و مجاز بنایا جائے۔ اس مقام میں جو کہ اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کا مقام ہے صاحب ارادہ جو چاہے گا دوسروں کے لیے چاہے گا اور دوسروں کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے گا، اپنی مصلحتوں کو نہیں۔ جس طرح واجب تعالیٰ کے ارادے کے، حان کے مطابق بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے اور یہ ضروری نہیں بلکہ جائز نہیں کہ یہ صاحب ارادہ جو کچھ چاہے وقوع پذیر ہو جائے کہ یہ شرک ہے اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔ حضرت حق سبحانہ اپنے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے ”جب

تک اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو بے شک ہدایت نہیں ملتی۔ اگر سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ رک جائے تو دوسروں کی کیا مجال ہے (کہ وہ کام ہو جائے)۔ اسی طرح یہ بھی لازمی نہیں ہے کہ اس صاحب ارادہ کی تمام امنگیں اللہ تعالیٰ کی مرضی بن جائیں۔ لیکن آن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے بعض افعال اور اقوال پر حق سبحانہ کی طرف سے اعتراض نازل نہ ہوتا تھا۔ گمما قال سبحانہ ما کان لنبی الخ جس طرح اللہ سبحانہ نے فرمایا، ”نبی کے لیے لائق نہیں ہے“ (الخ)۔ اس پر معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اللہ نے تجھے معاف فرمایا“۔ کیونکہ یہ معافی کوتاہیوں میں تصور کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ حق جل و علا کی تمام مرادیں حق سبحانہ کی مرضی نہیں ہیں۔ کما الکفر والمعاصی (کفر اور گناہ کی طرح)۔

منہا۔ اس کام میں میرا امام اللہ کا کلام ہے اور اس امر میں میرا پیر قرآن مجید ہے۔ اگر قرآن مجید کی ہدایت نہ ہو تو معبود (حقیقی) کی عبادت کی طرف کا راستہ نہیں کھتا۔ اور اس راہ میں ہر مہربان اور مہربانی انا اللہ کی صدا لگاتی ہے اور اس راہ کے مسافر کو اپنی پرستش میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اگر چون ہے تو خود کو بے چونی کی صورت میں ظاہر کرتی ہے اور اگر تشبیہ ہے تو خود کو تنزیہ کی شکل میں جلوہ گر کرتی ہے۔ اس جگہ امکان، وجوب کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حدوث، قدیم کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر جھوٹ ہے تو سچ کی شکل میں ظاہر ہے اور اگر گمراہی ہے تو ہدایت کی صورت میں نظر آتی ہے۔ سالک بیچارہ ناپینا مسافر کی طرح ہو جاتا ہے کہ ہر ایک چیز ”یہ میرا رب ہے“ کہتی ہوئی اس کے سامنے آتی ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ خود کو آسمانوں اور زمین کا خالق کہتا ہے اور مشرق اور مغرب کا رب فرماتا ہے۔ (اور اس فقیر کو) عروج کے وقت میں جب ان صفات کو تخیلاتی آلات کے طور پر پیش کیا گیا تو بے اختیار انکار کرتے ہوئے زوال کی طرف لے آئے۔ اور لازمی طور پر لا احب الالفین (میں ٹھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا) کہتے ہوئے ہر چیز سے منہ پھیر لیا اور واجب

الوجود کی ذات کے سوا کسی اور کو توجہ کا مرکز نہ بنایا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور ہم ہدایت پانے والے نہ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ بخشتا۔ تحقیق ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے۔

منہا۔ ہم اپنے خواجہ (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں چار افراد تھے۔ اور ہمارا باقی تمام دوستوں کے درمیان ایک امتیاز تھا۔ ہم میں سے ہر کسی کا حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کی نسبت الگ اعتقاد اور جدا معاملہ تھا۔ اس فقیر (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کو پکا یقین تھا کہ آن سرور علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانہ کے بعد جس طرح کی صحبہ اجتماع تربیت اور ارشاد ہمیں میسر تھی، کسی اور زمانے میں نہیں ہوئی۔ اور اس نعمت کا شکر کرنا ہمارے لیے بجا ہے۔ اگرچہ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر اس (قسم کی) صحبت کی سعادت سے محروم بھی نہ تھے۔ اور ہمارے (پیر و مرشد) حضرت خواجہ (خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) باقی تینوں (دوستوں) کے بارے میں اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ فلاں مجھے صاحب تکمیل جانتا ہے مگر صاحب ارشاد نہیں سمجھتا۔ اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ اور فلاں ہم میں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور باقی فلاں کے بارے میں فرماتے کہ وہ ہماری نسبت سے انکار کرتا ہے۔ اور ہر کسی کو ہم سے اتنا فائدہ پہنچا، جتنا ہمارے بارے اعتقاد رکھتا ہے۔ جانا چاہیے کہ مرید کا اعتقاد اس کے پیر کی افضلیت و اکملیت کے ساتھ ہونا، محبت کا ثمرہ ہے۔ (یعنی جس قدر پیر کے افضل و کمال کے ساتھ اعتقاد رکھے گا، محبت بڑھے گی)۔ اور اس سے نسبت رکھنے کا نتیجہ فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے۔ لیکن یہ لازم ہے کہ پیر کو ان لوگوں پر جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے، زیادہ فضیلت نہ دے۔ کیونکہ یہ محبت میں حد سے بڑھ جانا ہے اور یہ قابل مذمت ہے۔ شیعہ لوگوں میں خرابی اہل بیت سے حد سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح نصاریٰ (عیسائی) نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ

الصلوة والسلام کو محبت میں زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ اور دائمی خسارے میں پڑ گئے۔ لیکن اگر ہمیں کوئی اس (زیادتی محبت) کے سوا فضیلت دیتا ہے تو جائز ہے۔ بلکہ طریقت میں یہ واجب ہے۔ اور ایسی فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ اگر مرید آمادہ ہو تو اس میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پیر کے کمالات کے وسیلہ سے (سب کچھ) حاصل کرتا ہے۔ اگر ایسی فضیلت دینا مرید کے اختیار میں ہو تو وہ تکلف سے ایسا کرتا ہے جو کہ ناجائز ہے اور اس کا کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔

منہا۔ نفی اثبات میں اعلیٰ درجہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ جو کچھ آنکھ، عقل، کشف اور شہود میں نظر آتا ہے تو وہ تزیہہ صرف اور بے کیف محض دکھائی دیتا ہے تو یہ سب لا کے تحت داخل ہے اور اثبات کی جانب کے علاوہ ہے۔ اس کلمہ کے علاوہ (کسی اور کلمہ سے) کلام کرنا، گو وہ قلب کے موافق ہو، بے نتیجہ ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کی اتباع کو لازم جانا۔

منہا۔ حقیقت قرآنی اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی علی مظهرہا الصلوٰة والسلام والحقیہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لیے حقیقت قرآنی، حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امام ہے اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجود ہوگی۔ اس کے باوجود حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت قرآنی پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس جگہ (یعنی حقیقت کعبہ ربانی میں) بے صفتی اور بے رنگی ہے۔ اور شیونات و اعتبارات کے وہاں رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور تزیہہ و تقدس کو بھی وہاں حاضر ہونے کی مجال نہیں۔ ع

آنجا ہمہ آنت کہ برتر ز بیان است

(وہاں پر وہ سب کچھ ہے جو بیان نہیں کیا جاسکتا)۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اہل اللہ میں سے کسی نے بھی اس پر زبان نہیں کھولی اور رمز و اشارہ سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ اس درویش کو اس عظیم نعمت سے مشرف کیا گیا اور انسانوں کے درمیان ممتاز بنایا گیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ

کے جیب اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ وآلہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا کے صدقے اور برکت سے عنایت ہوا۔ جاننا چاہیے کہ صورت کعبہ اشیاء کی صورت کے مسجود کی طرح ہے اور حقیقت کعبہ بھی ان اشیاء کے حقائق کی مسجود ہے۔ اور میں ایک عجیب بات کہتا ہوں۔ کسی نے اس کو سنا اور نہ کسی خبر دینے والے نے اس کی خبر دی۔ اللہ سبحانہ نے مجھ کو اس کی خبر دی۔ اور اس نے اپنے فضل اور کرم سے مجھے اس کا الہام عطا کیا۔ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی رحلت کے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک زمانہ آتا ہے کہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے مل جاتی ہے۔ اس وقت حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حقیقت کعبہ کے مقام سے مل جاتی ہے۔ اس وقت حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حقیقت احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام پاتی ہے اور ذات واحد جل سلطانہ کی مظہر بن جاتی ہے اور دونوں اسم مبارک اسم باسمی ثابت ہو جاتے ہیں اور پچھلا مقام حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرماتے ہیں اور وہ شریعت محمدی علیھا الصلوات والتسلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ اس وقت حقیقت عیسوی (علیہ السلام) اپنے مقام سے عروج کرتی ہے اور حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جو مقام خالی ہو گیا تھا، اس میں قرار پکڑتی ہے۔

منہا۔ اگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نہ ہوتا تو جناب خداوند قدس جل سلطانہ کی راہ کون دکھاتا۔ اور توحید کے چہرہ سے پردہ کون ہٹاتا اور جنتوں کے دروازے کون کھولتا۔ بے شمار صفات بشریہ کلند (لوہے کا بنا ہوا کاشتکاری کا ایک آلہ یعنی گتسی) کے استعمال سے اس لا (کی زمین) کو کھودتی ہیں۔ اور پوری کائنات کے تعلقات اس نفی (لا) کی تکرار کی برکت سے منظمی ہو جاتے ہیں۔ اور اس (کلمہ کی) نفی جھوٹ کے آلہ کا انکار کر دیتی ہے۔ اور اس (کلمہ) کا اثبات معبود برحق جل شانہ کو ثابت کر دیتا ہے۔ سالک امکانی مدارج کو اس (کلمہ) کی مدد سے

طے کرتا ہے اور عارف اس کی برکت سے وجوبی معارج کے ساتھ بلندی حاصل کرتا ہے۔
یہ (کلمہ طیبہ) ہی ہے جو (عارف کو) افعال کی تجلیات سے صفات کی تجلیات تک لے جاتا
ہے اور صفات کی تجلیات سے ذات کی تجلیات تک پہنچا دیتا ہے۔

تا بجا روبر لا زروبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

(جب تک تو لا کے جھاڑو سے (طریقت کے) راستے کی صفائی نہیں کرتا اس وقت تک تو الا
اللہ کے گھر کے دروازے تک نہیں پہنچ سکتا)۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی
اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات اتمھاوا کملھا کی اتباع کو لازم جانا۔

منہا۔ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ
نماز میں معوذتین (قرآن پاک کی آخری دو سورتیں) نہیں پڑھنی چاہئیں۔ کہ ابن مسعود رضی
اللہ عنہ کے نزدیک جمہور کے خلاف ہے۔ پس قطعی فرض (نماز) میں ان دو سورتوں کا قرأت
کا حساب نہیں کرنا چاہیے۔ یہ فقیر بھی نہیں پڑھتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز اس فقیر (حضرت مجدد
رحمۃ اللہ) پر یہ ظاہر کیا گیا کہ گویا معوذتین حاضر ہیں اور مخدوم (شیخ شرف الدین) سے
فرض نماز میں ان سورتوں کے نہ پڑھنے کی شکایت کر رہے ہیں کہ ہمیں قرآن سے خارج کر
دو۔ اس وقت سے میں ان سورتوں کے منع کرنے کی بات سے باز آ گیا۔ اور فرض (نماز)
میں ان کی قرأت شروع کر دی۔ جس مرتبہ بھی میں ان دونوں کریمہ سورتوں کی فرض (نماز)
میں قرأت کرتا تھا تو مجھے عجیب احوال کا مشاہدہ ہوتا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ جب علم شریعت کی
طرف رجوع کیا جائے تو ان دونوں سورتوں کی فرض میں قرأت کے منع کرنے کی کوئی وجہ نظر
نہیں آتی۔ بلکہ متفق علیہ کے اس قطعی حکم کہ ”قرآن دو گتوں کے درمیان ہے“۔ یہ کہ اس
سورۃ کو فاتحہ کے ساتھ ملا نا واجبات میں سے ہے یا ظن یعنی گمان میں سے ہے۔ پس اگر ان
دونوں سورتوں کی قرأت کو منع کرنا ظنی ہے۔ خواہ اس کو مشکل فرض کیا جائے۔ کوئی وجہ نہیں ہے
کہ ان (سورتوں) کی قرأت کو فاتحہ کے ساتھ ملانے کے طریق پر ہو۔ پس تعجب ہے شیخ

مقتدی کے اس قسم کے تمام عجیب کلام پر۔ والصلوة والسلام علی سید البشر وآلہ الاطہر۔
منہا۔ صوفیہ کرام کے طریق کا نصیب اور بلندی بلکہ طلت اسلامیہ میں سے کون ایسا ہے کہ
 جس میں تقلید کی فطرت اور متابعت کی جبلت بہت زیادہ پائی جاتی ہو۔ اس کام کا انحصار
 یہاں تقلید پر ہے۔ اور اس کام کا انحصار انبیاء کرام علیہم الصوات والتسلیمات کی تقلید کی اتباع
 کرنے سے بلند مقامات تک پہنچا دیتا ہے اور برگزیدہ لوگوں کی متابعت عظیم عروج تک لے
 جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں چونکہ (تقلید کی) یہ فطرت وافر پائی جاتی تھی
 اسی لیے انہوں نے بلا توقف نبوت کی تصدیق کی سعادت بہت جلد حاصل کر لی اور صدیقوں
 کے سردار بن گئے۔ اور ابو جہل لعین میں چونکہ تقلید اور اتباع کی استعداد بہت کم تھی اس لیے وہ
 اس سعادت سے محروم رہا اور لعنتیوں کا امام بن گیا۔ جس کسی مرید کو کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ
 اپنے پیر کی تقلید سے حاصل کرتا ہے۔ پیر کی غلطی مرید کی درستی سے بہتر ہوتی ہے۔ اسی لیے
 حضرت ابو بکرؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سہو کی طلب کا اظہار کرتے ہیں۔ کاش محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم کا سہو ہوتا۔ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ
 عنہ کی شان میں فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بلال کی ”س“ بھی ”ش“ ہے۔ چونکہ حضرت
 بلال رضی اللہ عنہ غیر عربی تھے اور اذان میں اشہد کی بجائے اسہد کہتے تھے۔ اور اللہ عز
 وجل کے نزدیک ان کا اسہد بھی اشہد ہے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خطا
 (غلطی) دوسروں کی درستگی سے بہتر ہوگی۔ ع

بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلال

(تیرے اشہد پر بلال کا اسہد مسکراتا ہے)۔ میں نے ایک عزیز سے سنا ہے فرماتے تھے کہ
 مشائخ سے جو بعض دعائیں منقول ہیں اور اگر اتفاق سے مشائخ نے بعض دعاؤں میں خطا کی
 ہے یا اس میں تحریف کی ہے۔ اگر ان (مشائخ) کی اتباع کرنے والے ان دعاؤں کو اسی
 تصور کے ساتھ جیسا کہ ان مشائخ نے پڑھا ہے پڑھتے ہیں تو اس کی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور

اگر ان دعاؤں کو درست کر کے پڑھا جائے تو تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اپنے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے انبیاء کرام کی تقلید اور اولیاء کرام کی اتباع پر ثابت قدم رکھے اور جمیع انبیاء کرام و مرسلین کرام کی اتباع کی توفیق دے۔

منہا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں جیسا کہ تمام انسانوں کے بھی۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات والتحمیات کو اگرچہ تجلی ذاتی کے مقام سے اپنی استعداد اور مرتبہ کے لحاظ سے حصہ ملا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ”میں نے تجھے اپنے نفس (ذات) کے لیے چن لیا ہے۔“ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اللہ سبحانہ کا کلمہ ہیں اور آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کافی مناسبت رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجودیکہ تجلی صفات کا مقام حاصل ہے لیکن نظر کی وہ خاص شان کہ جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجلی ذاتی میں حاصل ہوئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تجلی صفاتی کے مقام میں حاصل ہوئی ہے۔ ان دونوں کی استعداد کے فرق کے ساتھ۔ پس اس لحاظ سے وہ (حضرت ابراہیم) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اور ان کا رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلند ہے۔ ان کی نظر تیز ہے اور پرکھنے والی ہے۔ ان کے بعد حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ان کا مقام اگرچہ مقام صفات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بلند تر ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مقام میں ایک خاص شان حاصل ہے اور نظر کی تیزی جو انہیں حاصل ہے وہ دوسروں کو میسر نہیں۔ لیکن ان کی مکرم اولاد کو اتباع و فرعیت کے سبب اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علی نبینا وعلی جمیعہم والصلوات والتسلیمات کے بعد ہیں۔ یہ (بیان وہ) ہے جس کا علم اور الہام میرے رب نے اپنے فضل اور کرم سے عطا فرمایا اور اللہ سبحانہ کی طرف سے آگاہی ہوئی۔

منہا۔ وہ سالک کہ جس کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں الجھ گئی تو اس پر حضرت ذات باری تعالیٰ جل سلطنہ کے وصول کا راستہ بند ہو گیا، کیونکہ اسماء و صفات کی انتہا نہیں ہے۔ ان کو طے کرنے کے بعد دُوری کے مقصد تک پہنچا جاسکتا ہے۔ مشائخ نے اس مقام کے بارے میں بتایا ہے کہ وصول کے مراتب کی انتہا نہیں ہے کیونکہ کہ محبوب کے کمالات کی انتہا نہیں ہے۔ اور یہاں کے وصول سے مراد اسماء و صفات کا وصل ہے۔ اور (صحیح) سعادت مند وہ ہے کہ جس کی اسماء و صفات میں سیر اجمال کے طریق پر ہو اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ تیزی سے واصل ہوا ہو۔ ذات باری تعالیٰ کے واصلوں کے لیے نہایت نہایت کو وصول کے بعد (مخلوق کو) دعوت دینے کے لیے رجوع لازمی ہے۔ اور اس مقام سے عدم رجوع خیال کیا جاتا ہے متوسطوں کے برخلاف کہ ان کے لیے نہایت کے وصول کے بعد اپنی استعداد (کے مطابق) رجوع لازمی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ رجوع کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ قیام پذیر رہیں۔ پس منتہیوں کے وصول کے مراتب کو کلی طور پر خیال کرنا چاہیے۔ بلکہ لازم ہے۔ اور متوسطوں کے وصول کے مراتب کو جو اسماء و صفات کی تفصیل میں چلے جاتے ہیں، انتہا نہیں ہے۔ یہ علم اس فقیر کے تمام مخصوص علوم میں سے ہے۔ اور صحیح علم اللہ سبحانہ کو ہے۔

منہا۔ رضا کا مقام و ولایت کے تمام مقامات سے بلند ہے۔ اور اس بلند رتبہ مقام کا حصول سلوک و جذبہ کے تمام مقامات طے کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رضا، حق سبحانہ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے افعال سے واجب ہے اور ایمان کے نفس سے ماخوذ ہے تو عام مومن لوگ اس کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور سلوک و جذبہ کو مکمل طے کرنے کے بعد اس کے حصول کا کیا مطلب ہے؟ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ رضا کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ ابتدائی احوال میں ایمان کے تمام ارکان کی مانند (اس کی صورت ہے اور احوال کی انتہا میں حقیقت۔ اور چونکہ رضا کے مخالف (کچھ) ظاہر نہیں ہوتا اس لیے ظاہرہ شریعت رضا کے اصول کا حکم دیتی ہے قلبی تصدیق کی مانند۔ اور جب

(اس کا) مخالف تصدیق یافتہ نہیں ہوتا تو تصدیق کے حکم کا حکم دیتے ہیں۔ اور ہم نہ تو رضا کی حقیقت کے حصول کو چھپاتے ہیں اور نہ اس کی صورت کو۔ اور اللہ سبحانہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

منہا۔ کوشش کرنی چاہیے کہ سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور بدعت سے بچا جائے۔ بالخصوص اس بدعت سے جو سنت کو چھوڑنے والی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی ہمارے دین میں نئی بات کہے اس کو رد کر دیا جائے۔ ایک جماعت کے احوال پر تعجب ہوتا ہے کہ دین میں اس کے مکمل اور تمام ہونے کے باوجود نئی چیزیں داخل کر دیتے ہیں۔ اور ان نئی باتوں سے دین کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں اور اس بارے ذرا خوف نہیں رکھتے کہ شاید اس اختراع سے سنت کو چھوڑا جا رہا ہے۔ مثلاً شملے کا دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے مگر اس جماعت نے شملے کو بائیں جانب لٹکانا اختیار کر لیا ہے۔ اس عمل سے موت کی مشابہت ہوتی ہے اور بے شمار لوگوں نے اس فعل میں ان کی پیروی کر رکھی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس عمل سے سنت چھوٹ جاتی ہے اور یہ عمل بدعت کی طرف لے جاتا ہے اور حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشابہت بہتر ہے یا موت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل موت سے پہلے کی موت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اگر میت (موت) کی مشابہت تلاش کی جائے تو وہ لائق بھی اسی کے ہے۔ (یعنی جیسی مشابہت ویسا بدلہ)۔ عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں عمامہ (رکھنا) بھی بدعت ہے اور یہ قابل اعتراض ہے۔ متاخرین میں سے بعض نے کہ جو علماء میں سے ہیں، میت کے کفن میں عمامہ (رکھنے) کو پسندیدہ (فعل) قرار دیا ہے۔ (جو کہ درست نہیں)۔ فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک (کسی سنت میں) زیادتی کرنا اس کو منسوخ کرنا ہے اور منسوخ (سنت کو) عین چھوڑ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہم کو سنت سیدہ المصطفیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنے پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم

فرمائے۔ کہئے آمین۔

منہا۔ ایک دن اس درویش پر جنوں کے احوال ظاہر کیے گئے۔ (میں نے) دیکھا کہ جن آدمیوں کی طرح بازاروں میں پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک موکل فرشتہ ہے اور وہ جن اپنے موکل کے خوف سے سر کو حرکت نہیں دیتا۔ اور اپنے دائیں بائیں نظر بھی نہیں کرتا۔ اور قیدیوں کی طرح چل رہے ہیں اور ہرگز کوئی مخالفت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سوائے اس کے جو میرے رب نے چاہا۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہر موکل کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز ہے کہ اگر جن معمولی سی بھی مخالفت کا اظہار کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خداے کہ بالا و پست آفرید زبردست ہر دست، دست آفرید

(وہ خداوند تعالیٰ کہ جس نے بالا اور پست پیدا فرمائے ہیں اس نے ہر زبردست کے اوپر ایک اور زبردست پیدا فرمایا ہے)۔

منہا۔ ولی کو جو مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ جس (بلند) مرتبہ تک پہنچتا ہے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ذریعہ سے ہے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت (اختیار) نہ کی ہو تو نفس ایمان ظاہر نہیں ہوتا اور اعلیٰ درجات کا راستہ ہرگز نہیں کھلتا۔ پس اگر ولی کو فضائل جزئیہ میں سے فضل حاصل ہو جو نبی کو حاصل نہ تھا اور اعلیٰ درجات میں سے اسے خاص درجہ میسر ہو جو نبی کو تھا تو نبی کو بھی اس فضل جزئی اور اس خاص درجہ میں مکمل حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ (ولی کا) اس کمال کا حصول اس نبی کی متابعت کے واسطے سے ہے اور (یہ کمال) اس نبی کی سنت کی اتباع کا نتیجہ ہے۔ پس لازماً نبی اس کمال سے پورا بہرہ مند ہوتا ہے جیسا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”جو عمدہ سنت پر چلا اس کے لیے اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کے لیے بھی اجر ہے“۔ لیکن ولی اس کمال کے حصول میں پیچھے ہے اور اس درجہ کے وصول میں آگے ہے۔ اور اس قسم کے فضل میں ولی کو نبی پر جائز سمجھا گیا ہے۔

کہ یہ جزو ہے اور کل سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور وہ جو صاحبِ نصوص (شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ) نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علوم و معارف کو خاتم الولايت سے اخذ کرتا ہے۔ اس معرفت کے متعلق ہے کہ جس سے اس فقیر کو ممتاز کیا گیا ہے اور وہ سراسر شریعت کے مطابق ہے۔ اور نصوص کی شرح لکھنے والوں نے اس کی تصحیح میں تکلف کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الولايت، خاتم النبوت کے خزانے کا محافظ ہے۔ اگر بادشاہ اپنے خزانے سے کچھ لے لیتا ہے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو میں نے ثابت کر دیا اور تکلف کی غرض معاملے کی حقیقت کو وصول نہ کرنا ہے۔ اور اللہ سبحانہ تمام معاملات کی حقیقت کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اور سید البشر اور ان کی پاک اولاد پر درود و سلام ہو۔

منہا۔ ولی کی ولایت اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے اجزاء کا ایک جزو ہے۔ ولی کو جس قدر بھی اعلیٰ درجات میسر ہوں گے وہ اس کے نبی کے درجات کے اجزاء کا جزو ہی ہوگا۔ کوئی جزو، خواہ کتنی عظمت حاصل کر لے وہ کل سے کمتر ہی ہوگا۔ کیونکہ کل ہمیشہ جزو سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ واضح معاملہ ہے۔ وہ بڑا احمق ہے جو بڑے جزو کو کل سے زیادہ خیال کرے۔ کل اس جزو اور دیگر اجزاء کا مجموعہ ہے۔

منہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی واجبہ صفات تین قسم کی ہیں۔ پہلی قسم صفاتِ اضافیہ ہیں۔ جیسے خالقیت اور رزقیت۔ اور دوسری قسم صفاتِ حقیقیہ ہیں لیکن اضافات کی مانند ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ اور تیسری قسم حقیقتِ صرف ہے جیسے حیات۔ بے شک اس میں اضافات شامل نہ ہے اور ہم عالم کے ساتھ تعلق کی اضافات مراد لیتے ہیں۔ اور تیسری قسم تینوں اقسام سے اعلیٰ ہے اور تمام اقسام کی جامع ترین ہے۔ اور صفات کی امہات میں سے ہے۔ علم کی صفت جامع ہونے کے باوجود حیات کی صفت کے تابع ہے۔ اور صفات و شیونات کا دائرہ حیات پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور مطلوب کے وصول کا دروازہ بھی یہی ہے۔ اور چونکہ حیات کی صفت علم کی صفت سے بالاتر ہے تو لازماً اس مقام کا وصول علم کے مراتب

طے کرنے کے بعد ہوگا۔ وہ چاہے علم ظاہر ہو یا علم باطن، علم شریعت ہو یا علم طریقت۔ اور جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہوا ہے۔ اور ان گلیوں کے اندر نظر دوڑائی ہے تو کم سے بھی کمتر نظر آیا ہے۔ اور وہ جماعت بھی کمتر والی ہے۔ اگر اس مقام کے اسرار اشارۃً بھی کہوں تو میرے گلا کاٹ دیا جائے۔

۔ و من بعد هذا ایدق صفات و ما کتمہ احظہ لیدیہ و اجمل

(اور اس کے بعد اس کی صفات بہت باریک ہیں۔ جن کا چھپانا اس کے ہاں زیادہ پسندیدہ اور خوبصورت ہے)۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی لازم جانا۔

منہا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہر قسم کی مثال سے پاک ہے۔ لیس گمیلہ شیء (اس جیسی کوئی شے نہیں ہے)۔ لیکن مثال کو جائز جانا گیا ہے اور کہاوت کو تجویز کیا گیا ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اعلیٰ مثال ہے)۔ (ارباب سلوک اور اصحاب کشف کو مثال سے تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام بخشتے ہیں۔ بے چون کو چون کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں۔ وجوب کو امکان کی صورت میں دکھاتے ہیں، سالک بیچارہ مثال کو عین مثال والاد دیکھتا ہے اور صورت کو عین صورت والا۔ یہی وہ مقام ہے کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے احاطہ کہ صورت کو اشیاء میں دیکھتا ہے اور اس احاطہ کی مثال کو دنیا میں مشاہدہ کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ کے احاطہ کی حقیقت کا مشہود ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ بے چون اور بے چگون ہے اور جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس سے پاک ہے۔ اور ایک نظارہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس کا احاطہ کیا ہے؟ اور جو کچھ جانتے ہیں اس کے احاطہ کی مثال اور تشبیہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی معیت کا قیاس بھی ہے۔ کہ مشہود اور مکشوف اسی طرح کی تشبیہ اور مثال ہے، حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ان (قرب اور معیت) کی حقیقت مجہول الکلیفیت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ

تعالیٰ ہمارے قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور معیت کی حقیقت کیا ہے؟ اور ممکن ہے کہ وہ کچھ ہو جو حدیث نبوی علیہ وعلی الصلوٰت والتسلیمات میں آیا ہے۔ **يَتَجَلَّى رَبُّنَا صَاحِحًا**۔ (ہمارا رب ہنستے ہوئے ظاہر ہوا)۔ ایک مثال کی صورت کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ کمال رضا کا حصول ہنسی کی صورت کی مثال ہو سکتا ہے اور ہاتھ منہ، قدم اور انگلی کا اطلاق بھی ہو سکتا ہے جو کہ ایک مثال کی صورت کے اعتبار سے ہو۔ جو کچھ میرے رب نے مجھے علم عطا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ **وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ**۔

منہا۔ (یہاں سے آگے کا کلام شیخ محمد صدیق بدخشی کا ہے)۔ عالی حضرت (حضرت مجدد قدس اللہ سرہ) کی عبارت میں کہ جو احوال و وجد علوم اور معارف کے بیان میں ہے اگر کسی تضاد اور دفاع کا مفہوم نکلے تو اس کو وقت کے اختلاف اور روش کی اقسام پر خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال اور مواجید الگ ہیں اور ہر روش کے علوم و معارف جدا ہیں۔ لہذا فی الحقیقت ان میں کوئی تضاد اور دفاع نہیں ہے۔ اس کی مثال شریعت کے احکام کی مانند ہے کہ منسوخی اور تبدیلی کے بعد احکام میں تضاد نظر آتا ہے اور جب وقت اور روش کے اختلافات کو مد نظر رکھا جائے تو وہ تضاد اور دفاع ختم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس معاملے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ **وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ**۔ جس طرح کمزور بندے نے بات کہی جو ان عجیب و غریب اور نئے نکات کو جمع کرنے والا ہے۔ یعنی محمد صدیق البدخشی الکشمی المقلب بالہدایت تحقیق وہ فارغ ہوا ان عالی مرتبت کلمات شریفہ کے تحریر کرنے سے جن کا نام مبدأ و معاد رکھا۔ رمضان المبارک ۱۰۱۹ھ کے مہینہ کے آخر میں اعتکاف کے دوران۔

اس نسخہ کے مبدأ و معاد ست بنام

ز انفاس نفیس حضرت فخر کرام
 چون کرد ہدایت اقتباس از سر صدق
 در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام
 ترجمہ۔ یہ نسخہ کہ جس کا نام مبدأ و معاد ہے۔ حضرت فخر کرام کی عمدہ تحریر ہے۔ ہدایت نے
 جب سچے دل سے اس کو تحریر کرنا شروع کیا تو یہ سال ۱۰۱۹ھ میں مکمل ہوا۔





مبدأ و معاد

فارسی متن

از تصانیف

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

و فضل رحمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامداد یزدانی

أَحْمَدُ اللّٰهُ فِي الْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ وَأُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَمْجَادِ أَمَا
بَعْدُ فَهَذِهِ رِسَالَةٌ شَرِيفَةٌ مُتَضَمِّنَةٌ لِإِشَارَاتٍ لَطِيفَةٍ رَائِقَةٍ وَأَسْرَارٍ دَقِيقَةٍ فَآئِقَةٍ
لِلْإِمَامِ الْهُمَامِ حُجَّةِ اللّٰهِ عَلَى الْأَنَامِ قُدْوَةِ الْأَقْطَابِ وَالْأَوْتَادِ وَقِبْلَةِ الْأَبْدَالِ
وَالْأَفْرَادِ كَاشِفِ أَسْرَارِ السَّبْعِ الْمَثَانِي الْمُجَدِّدِ لِلْأَلْفِ الثَّانِي الْأَوْيْسِي
الرَّحْمَانِي الْعَارِفِ الرَّبَّانِي شَيْخِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ شَيْخِنَاوَأَمَامِنَا الشَّيْخِ
أَحْمَدَ الْفَارُوقِي نَسَبًا وَالْحَنَفِي مَذْهَبًا وَالنَّقْشَبَنْدِي مَشْرَبًا لِأَزَالِ شُمُوسِ
هِدَايَتِهِ عَلَى أَفْقِ الْعُلَى سَاطِعَةً وَالنَّاسِ فِي رِيَاضِ إِفَاضَتِهِ رَائِعَةً وَاللّٰهُ
الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ مِنْهَا چوں ایں درویش راہوس ایں راہ پیدا شد عنایت
خداوندی جلّ سُلْطَانُهُ اورا بہ یکے از خلفائے خانوادہ حضرات خواجہاقدس اللّٰهُ تَعَالَى
أَسْرَارُهُمْ رسانید۔ وازان جا طریقہ ایں بزرگواران را اخذ کردہ ملازم صحبت آن عزیز
گشت۔ بہ برکت توجہ آن بزرگ جذبہ خواجہا کہ از جہت استہلاک در صفہ قیومیت می خیزد
اورا حاصل گشت واز طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ نیز شری میسر شد۔ بعد از تحقق ایں
جذبہ کار او بسلوک قرار یافت و ایں راہ را بہر بیت رُوحَانِيَّةِ أَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ كَرَّمَ اللّٰهُ
وَجْهَهُ تَابِعْهَاتِ رسانید یعنی با سہ کہ رب اوست وازان اسم بقابلیت اولی کہ معبر حقیقت
محمدیہ است عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ بِدِرُوحَانِيَّةِ حضرت خواجہ
نقشبند قدس اللّٰهُ تَعَالَى سرہ عروج نمود وازان جا بد شگیری رُوحَانِيَّةِ حضرت فاروق
رضی اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فوق آن قابلیت استعلا میسر شد واز انجا تا بمقامی کہ فوق آن قابلیت
است وآن قابلیت کا تفصیل است مرآن مقام را وآن مقام اجمال اوست وآن مقام مقام
اقطاب محمدیہ است بہر بیت رُوحَانِيَّةِ حضرت رسالت خاتمۃ علی صَاحِبِهَا الصَّلٰوَةُ
وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ تَرْتِی وَاوَقَعُ شَدَّ۔ ودر وقت وصول باین مقام نحوی امداد از رُوحَانِيَّةِ

حضرت خواجہ علاء الدین عطار کہ خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند است قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما و قطب ارشاد است بآن درویش رسید۔ نہایت عروج اقطاب تا این مقام است و دائرہ ظلمت تا ہمین مقام منتهی شود۔ بعد از ان اصل خالص است۔ یا ممتزج بظن طائفہ افراد بوصول این دولت ممتازند۔ بعضی از اقطاب را بواسطہ مصاحبت افراد تا مقام ممتزج عروج واقع می شود۔ ناظر اصل ممتزج بظن میگردند لہذا وصول با اصل خالص یا نظر بآن علی تفاوت درجاتہم خاصہ افراد است۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ و این درویش را خلعت قطبیت ارشاد بعد از وصول بآن مقام کہ مقام اقطابست از ان سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰت و التسلیمات المبارکات و التحیات النامیات عنایت شد و باین منصب سرفراز ساختند۔ بعد از ان باز عنایت خداوندی جل شانہ و عم احسانہ شامل حال او گشت و از ان جا متوجہ فوق ساخت۔ یک دفعہ تا باصل ممتزج بردو فنا و بقائے در آنجا میسر شد۔ چنانکہ در مقام سابقہ و از انجا بمقامت اصل ترقی ارزانی فرمودہ باصل الاصل رسانید۔ درین عروج اخیر کہ عروج در مقامات اصل است مدد از روحانیت حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بود قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و بقوت تصرف از ان مقامات گزرانیدہ باصل الاصل و اصل گردانیدند و از انجا بعالم باز گردانیدند۔ چنانکہ از ہر مقامی باز میگردانیدند و این درویش را مایہ نسبت فردیہ کہ عروج اخیر مخصوص بانست از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود و پدر بزرگوار او را از عزیزے کہ جذبہ قوی داشتند و بخوارق مشہور بودند بدست آمدہ لیکن آن درویش بواسطہ ضعف بصیرت خویش و قلت ظہور آن نسبت آن نسبت را پیش از قطع منازل سلوک در خود نمی یافت و اصلاً آن را معلوم خود نداشت۔ و نیز این درویش را توفیق عبادات نافلہ خصوصاً ادائے صلوٰۃ نافلہ مددے از پدر و بیست و پدر بزرگوار او را این سعادت از شیخ خود کہ در سلسلہ چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود۔ و ایضاً این درویش را علوم لدنی از روحانیت حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ حاصل

شد۔ لیکن تا زمانے کہ از مقامِ اقطاب نگزشتہ بود اما بعد از عبورِ آن مقام و حصول ترقیات در مقاماتِ عالیہ اخذِ علوم از حقیقتِ خودست و در خود بخود از خود می یابد، غیرے را مجال نمانده است تا در میان در آید و ایضا آن درویش را در وقتِ نزول کہ عبارت از سیر عن اللہ باللہ است بمقاماتِ مشائخ سلاسلِ دیگر ہم عبورے واقع شد و از ہر مقامِ نصیبی وافر فرا گرفت و مشائخِ آن مقامِ ممد و معاونِ کار او شدند و از خلاصہائے نسبتِ خویش نصیبے ارزانی داشتند۔

اول بمقامِ اکابرِ چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم عبورے واقع شد و از آن مقامِ حفظے وافر نصیبے او گشت و از ان مشائخِ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بیش از دیگران آمد و فرمود و الحق ایشان در آن مقامِ شانِ عظیم دارند و رئیسِ آن مقام اند۔ بعد از ان بمقامِ اکابرِ گبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم گزرے واقع شد۔ این ہر دو مقام با اعتبارِ عروج برابر اند لیکن این مقام در وقتِ نزول از فوق در جانبِ بئین آن شاہراہ است و مقامِ اول بجانبِ یسار آن صراطِ مستقیم و این شاہراہ را ہے است کہ بعضے اکابرِ اقطاب ارشاد از ان راہ بمقامِ فردیت می روند و نہایت النہایتہ میرسند۔ افرادِ تنہا را راہ دیگر است بے قطبیت از ان راہ نمی توان گزشت۔ این مقام در میانِ مقامِ صفات و این شاہراہ واقع شدہ است کاتہ بر زخست میانِ این دو مقام از ہر دو جهت بہرہ و درست و مقامِ اول در جانبِ دیگر از ان شاہراہ واقع شدہ است کہ بصفاتِ مناسبت کم دارد۔ بعد از ان بمقامِ اکابرِ سہروردیہ کہ از شیخ شہاب الدین این طرف اند قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم عبور واقع شد۔ آن مقام متعلی بنور اتباع سنت است علی مصدرها الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ و متزین است بنورانیت مشاہدہ فوق الفوق و توفیق عبادات رفیق آن مقام است۔ بعضے از سالکان نارسیدہ کہ عباداتِ نافلہ مشغول اند و بان آرام دارند۔ نصیبے از ان مقام بواسطہ مناسبت بان مقام یافته اند بالاصالت عباداتِ نافلہ مناسب آن مقام است۔ دیگران را از مبتدیان و منجہیان بواسطہ مناسبت بان مقام است و آن مقام بس شگرف است۔ آن نورانیت کہ درین مقام مشہودی

شود در مقامات دیگر کم است۔ و مشائخ این مقام بواسطہ کمال اتباع عظیم الشان و رفیع القدر اند۔ در بنائے جنس خود امتیاز تمام دارند آنچه ایشان را درین مقام میسر شده است در مقامات دیگر اگر چه باعتبار عروج فوق اند میسر نیست بعد ازان بمقام جذبہ فرود آوردند۔ و این مقام جامع مقامات جذبات بے اندازه است ازان جائیز فرود آوردند۔ نہایت مراتب نزول تا مقام قلب است کہ حقیقت جامعہ است و ارشاد و تکمیل بفرود آوردن باین مقام تعلق دارد۔ درین مقام فرود آوردند پیش ازان کہ درین مقام تمکین پیدا شود باز عروج واقع شد۔ این زمان اصل را نیز در رنگ ظل و گزاشت ازان عروج کہ در مقامات قلب واقع شد بتکمین پیوست و السلام۔ **منها** قطب ارشاد کہ جامع کمالات فردیت نیز باشد بسیار عزیز الوجود است و بعد از قرون بسیار و از منہ بیشمار این قسم گوہرے بظہوری آید و عالم ظلمانی از نور ظہور او نورانی میگردد و نور ارشاد و ہدایت او شامل تمام عالم است از محیط عرش تا مرکز فرش ہر کسے را کہ رشد و ہدایت و ایمان و معرفت حاصل می شود از راہ اومی آید و از مستفادی گردد و پیوستہ او بہچکس باین دولت نئے رسد۔ مثلاً نور ہدایت او در رنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا گرفتہ است و آن دریا منجمد است کہ اصلاً حرکت ندارد۔ شخصے کہ متوجہ آن بزرگ است و باو اخلاص دارد یا آنکہ آن بزرگ متوجہ حال طالب شدہ در وقت توجہ گو یا روز نے در دل طالب کشادہ می شود و ازان راہ بقدر توجہ و اخلاص ازان دریا سیراب می گردد و ہم چنین شخصے کہ متوجہ ذکر الہی است جل شانہ و بان عزیز اصلاً متوجہ نیست نہ از انکار بلکہ اورانی شناسد ہمین قسم افادہ آنجا ہم حاصل میشود لیکن در صورت اولے بیشتر از صورت ثانیہ است۔ اما شخصے کہ منکر آن بزرگست یا آن بزرگ از دور بارست ہر چند بذکر الہی تعالی و تقدس مشغول است اما از حقیقت رشد و ہدایت محروم است همان انکار اوسد راہ فیض اومی گردد۔ بے آنکہ آن عزیز متوجہ عدم افادہ او شود و قصد ضرر او نماید۔ حقیقت ہدایت ازوے مفقودست صورت رشدست صورت بے معنی قلیل النفع است و جماعہ کہ اخلاص و محبت بان عزیز دارند ہر چند از توجہ مذکور و ذکر الہی

تَعَالَى شَأْنَهُ خَالِي بَاشِدِنِيزَايْشَان رَا بَوَاسِطَةُ مَجْرُومِجَتِ نُوْرٍ رَشِدٍ وَهَدَايَتِ مِيرَسِدِ وَالسَّلَامُ
 عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - مِنْهَا دَرِے كِهْ اَوَّلِ بَايْنِ دِرُویشِ كِشَادِنْدِ ذَوْقِ يَافِتِ بُوْدِنِهْ يَافِتِ
 وَثَانِيَا يَافِتِ مِيرَسِدِ وَذَوْقِ يَافِتِ مَفْقُوْدِ گِشْتِ وَثَالِثَا يَافِتِ نِيْزِ دِرِ رَنْگِ ذَوْقِ يَافِتِ مَفْقُوْدِ
 شُدِ - فَالْحَالَةُ الثَّانِيَةُ حَالَةُ الْكَمَالِ وَالْوُصُولِ اِلَى دَرَجَةِ الْوِلَايَةِ الْخَاصَّةِ
 وَالْمَقَامِ الثَّلَاثِ مَقَامِ التَّكْمِيْلِ وَالرُّجُوْعِ اِلَى الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ وَالْحَالَةُ السَّابِقَةُ
 كَمَالٌ فِي جِهَةِ الْجَذْبَةِ فَقَطْ فَاِذَا انْضَمَّ اِلَيْهَا السُّلُوْكُ وَتَمَّ حَصَلَتِ الْحَالَةُ
 الثَّانِيَةُ ثُمَّ الثَّلَاثَةُ وَلَيْسَ لِلْمَجْدُوْبِ الْمَجْرَدِ عَنِ السُّلُوْكِ مِنَ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ
 وَالثَّلَاثَةِ نَصِيْبٌ اَصْلًا فَالْكَامِلُ الْمُكْمِلُ هُوَ الْمَجْدُوْبُ السَّالِكُ ثُمَّ
 السَّالِكُ الْمَجْدُوْبُ وَمَا سِوَاهُمَا فَلَيْسَ بِكَامِلٍ وَلَا مُكْمِلٍ اَصْلًا فَلَا تَكُنْ
 مِنَ الْقَاصِرِيْنَ وَالصَّلُوَّةَ وَالسَّلَامَ عَلَيَّ خَيْرُ الْبَشَرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 الْاَطْهَرِ - مِنْهَا اِيْنِ دِرُویشِ دِرِ اَوَاخِرِ مَآهِ رَبِيعِ الْاَخْرِ بِخِدْمَتِ كِهْ عَزِيْزِے كِهْ اَزْ خَلْفَاے اِيْنِ
 خَانُوَادِهْ بَزْرَگِ بُوْدِنْدِ مَشْرَفِ گِشْتِ وَطَرِيْقِهْ اِيْنِ بَزْرَگُوَارَانِ رَا اَخِذْ نَمُوْدِهْ دِرِ مَنَصْفِ شَهْرِ رَجَبِ
 هِمَانِ سَالِ بِحُضُوْرِ نَقِشْبَنْدِيَهْ كِهْ دِرِ اِنِ مَوْطِنِ اِنْدِرَاجِ نِهَايَهْ دِرِ بَدَلِيَهْ اِسْتِ مَسْتَعِدْ گِشْتِ - وَآنِ عَزِيْزِ
 فَرَمُوْدِ كِهْ نَسِبَتِ نَقِشْبَنْدِيَهْ عِبَارَتِ اَزِ اِيْنِ حُضُوْرِ اِسْتِ وَبَعْدِ اَزْ دِهْ سَالِ كَامِلِ وَچِنْدِ مَآهِ دِرِ نَصْفِ اَوَّلِ
 مَآهِ ذِي الْقَعْدِهْ اَنْ نِهَايَتِيَهْ كِهْ دِرِ بَدَلِيَهْ اَزِ چِمْبِ اِيْنِ پَرُوْدِهَائِيَهْ بَدَايَاتِ وَاَوْسَاطِ جَلُوِهْ گَرَشْدِهْ بُوْدِ
 خَرَقِ رُوپُوشِ نَمُوْدِهْ مَتَجَلِيْ گِشْتِ وَبَيَقِيْنِ پِيُوْسْتِ كِهْ دِرِ بَدَلِيَهْ صُوْرَتِيَهْ بُوْدِ اَزِ اِيْنِ اِسْمِ وَشَيْءِ بُوْدِ اَزِ اِيْنِ
 پِكِرِ وَاَسْمِ بُوْدِ اَزِ اِيْنِ مَسْمُومِ شَتَّانِ مَا بَيْنَهُمَا حَقِيْقَتِ كَارِ اِيْنِجَا مَنكُشَفِ شُدِ وَسَرِّ مَعَامَلِهْ اِيْنِجَا اَشْكَارِ
 گِشْتِ - مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذُرْ وَ الصَّلُوَّةَ وَالسَّلَامَ عَلَيَّ سَيِّدِنَا الْاَنَامِ وَآلِهِ الْكِرَامِ
 وَاصْحَابِهِ الْعِظَامِ مِنْهَا وَآمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اِيْنِ دِرُویشِ رُوْزِے دِرِ حَلَقَهْ
 اِيَارَانِ خُوْدِ نَشْتِهْ بُوْدِ وَنَظَرِ بَرِ خَرَلِيَهَائِيَهْ خُوْدِ وَاَسْتِ وَاِيْنِ نَظَرِ غَالِبِ اَمْدِهْ بُوْدِ وَحِكْمَتِيَهْ كِهْ خُوْدِ رَا بِيَهْ
 مَنَاسِبَتِ تَامِ بَايْنِ وَضْعِ مِي يَافِتِ - دِرِ اِيْنِ اَشْأَا بِحَكْمِ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ وَفَعَهُ اللّٰهُ اِيْنِ دُوْرِ اَفْتَادِهْ

را از خاک مذلت برداشتمد و این نداد سر او در داند که غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوْسَلُ
بِكَ إِلَىٰ بَوَاسِطَةٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَتَكَرَّرَ بَيْنَ مَعْنَىٰ نَوَاحْتِنَا بِحَدِّ يَكُ
مَنْجَانِش رِيْب نَمَانِد وَالْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَىٰ ذَلِكَ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا
فِيهِ مُّبَارَكًا عَلَيْهِ وَ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَىٰ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ رَسُولِهِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ إِلَيْهِ كَمَا يَحْرَىٰ بَعْدَ إِزَانِ بَافِشَائِ اَيْنِ وَاقِعُهُ مَامُورِ سَاخْتِنْدِ
اگر پادشاه بر در پیرزن بیاید تو ای خواجه سبقت مکن اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ مِنْهَا
سیرالی الله عبارت از سیر تا اسمیت از اسمائے الٰهی جل شانہ کہ مبداء تعین سالکست و سیر
فی الله عبارت از سیر در ان اسم است۔ اِلَىٰ عَنِ يَنْتَهَىٰ اِلَىٰ حَضْرَةِ الذَّاتِ الْاَحَدِيَّةِ
الْمَجْرَدَةِ عَنِ اِعْتِبَارِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّيُونِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ وَاَيْنِ تَفْسِيرِ
تَقْدِيرِ رَاسْتِ آيِدِ كِه مَرَادِ اَزِ اِسْمِ مَبَارَكِ اَللّٰهِ مَرْتَبَهُ وَجُوبِ دَاشْتَهُ شُودِ كِه مَسْتَجْمَعِ اِسْمَاءِ وَصِفَاتِ
اِسْتِ۔ اَمَا اِگَر مَرَادِ اَزِ اِسْمِ مَبَارَكِ ذَاتِ بَحْتِ بُوْدَه بَاشَدِ پَسِ سِيرِ فِیِ اَللّٰهِ بِمَعْنَىٰ مَذْكَورِ دَاخِلِ
سِيرِ اِلَىِ اَللّٰهِ بَاشَدِ وَ سِيرِ فِیِ اَللّٰهِ اَصْلًا بَرِیْنِ تَقْدِيرِ مَتَحَقِّقِ نَشُودِ چِه سِيرِ دَرِ نَقْطَهٗ نِهَائِيَّةِ النِّهَائِيَّةِ مَتَصَوَّرِ
نِیْسْتِ۔ وَ بَعْدَ اَزِ رَسِيْدِنِ بَآنِ نَقْطَهٗ بے تَوْقِفِ رَجُوعِ بَعَالَمِ اِسْتِ كِه مَعْبَرِ بِسِيرِ عَنِ اَللّٰهِ بِاللّٰهِ
اِسْتِ۔ اَيْنِ مَعْرِفْتِ اِسْتِ كِه مَخْصُوصِ بُوَ اَصْلَانِ نِهَائِيَّةِ النِّهَائِيَّةِ سِتِ غَيْرِ اَيْنِ دَرُوِشِ اَزِ اَوْلِيَاءِ
اَللّٰهِ بِمُخَالَفَةِ مَعْرِفْتِ تَكْلَمِ نَهْ كَرْدَه اِسْتِ۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَ اِلَيْهِ اَجْمَعِيْنَ۔
منها در سیر کمالات و ولایت اقدام متفاوت اند جمع باشند که استعداد حصول یک درجه از
درجات ولایت دارند و بعضی دیگر استعداد دو درجه دارند و طائفه را استعداد سه درجه است و
گروهی را قابلیت چهار درجه و احادے باشند که مستعد پنج درجه باشند و هم الأقلون حصول
درجه اولی ازین درجات پنجگانه وابسته بتجلی افعال است و درجه ثانی منوط بتجلی صفات و
درجات ثلاثه اخیره مربوط بتجلیات ذاتیه علی تفاوت درجاتها اکثرے از یاران این

در ویش مناسبت بدرجہ شلثہ دارند از درجات مذکورہ و قلیلان مناسبت بدرجہ رابعہ و اقلان مناسبت بدرجہ خامسہ کہ نہایت درجات ولایت است۔ و کمالیکہ نزد این در ویش معتبر است ماورائے این درجات است بعد از زمان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین این کمال ظہور نیافتہ است کہ فوق کمال جذبہ و سلوک است۔ فردا ان شاء اللہ تعالیٰ این کمال در حضرت مہدی ظہور خواهد یافت وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مِنْهَا واصلان نہایۃ نہایۃ را در وقت رجوع قہقری نزول اسفل غایات است و مصداق وصول نہایۃ نہایۃ ہمین نزول غایۃ الغایۃ است و چون نزول باین خصوصیت واقع میشود صاحب رجوع بکلیۃ خود متوجہ عالم اسباب میگردد نہ آنکہ بعض او متوجہ جناب ہست سبحانہ و بعض دیگر متوجہ خلق کہ این علامت عدم وصول است بہایۃ نہایۃ و عدم نزول است بغایۃ الغایۃ غایۃ مَا فِي الْبَابِ در وقت ادائے نماز کہ معراج مومن است لطائف صاحب رجوع را توجہ خاص بجناب قدس جل سلطنۃ می افتد و تا ادائے نمازی ایستد بعد از فراغ نماز باز بکلیۃ متوجہ خلق میگردد۔ لیکن در وقت ادائے فرائض و سنن لطائف سہ متوجہ جناب قدس میگردد و در وقت ادائے نوافل الطف این لطائف متوجہ اند فقط۔ حدیث لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقَدْ تَوَانَدُ بِوَدَّكَ اِشَارَاتِ بَيْنِ وَقْتِ خَاصٍ بِاَشَدِّ مَخْصُوصٍ بِنَمَازِ سِتِّ وَقَرِيْنَةٍ تَعِيْنُ اِيْنَ اِشَارَاتِ حَدِيْثِ قُرْءَةِ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوَةِ تَوَانَدُ بِوَدَّعِلَاوَهُ اِيْنَ قَرِيْنَةٍ كَشَفِصَحِيْحٍ اِسْتِ وَالْهَامِ صَرِيْحٍ۔ اِيْنَ مَعْرِفَتِ اِز مَعَارِفِ مَخْصُوصَةِ اِيْنَ دَر وِيشِ اِسْتِ۔ مَشَاخِ اِيْنَ كَمَالِ رَاوِرْجَمِ بَيْنِ التَّوَجُّهِيْنَ دَانَسْتِ اِنْدِ۔ وَالْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰى وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اِلٰهِ الصَّلٰوَاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ اَتَمَّهَا وَاَكْمَلَهَا۔ مِنْهَا مَشَاخِ فَرَمُودَهُ اِنْدِ كَمْ مَشَاهِدَةُ اِهْلِ اللّٰهِ بَعْدَ اِزْ وِصُولِ بِمَرْتَبَةِ وِلَايَتِ دَرِ اَنْفُسِ اِسْتِ مَشَاهِدَةُ اَفَاقِيْ كَمْ دَر سِيْر اِلَى اللّٰهِ دَر اَشْأَائِ رَاہِ مِيْمَرِ شَدَّهٖ بُوْدَ مَعْتَبَرِ نَيْسْتِ وَآنْجِهٖ بَرِيْنِ دَر وِيشِ مَكْشَفِ گِرْدَانِيْدَهٗ اِنْدِ اَنْسْتِ كَمْ مَشَاهِدَةُ دَر اَنْفُسِ نِيْزِ دَر رَنَگِ مَشَاهِدَةُ دَر اَفَاقِ مَعْتَبَرِ نَيْسْتِ۔ اَنْ مَشَاهِدَةُ نَهٗ مَشَاهِدَةُ

حقیقت حق است سبحانہ او تعالیٰ بیچون و بیچگونہ است در آئینہ چگون گنجائش ندارد چہ آئینہ آفاق و چہ آئینہ انفس۔ او سبحانہ نہ داخل عالم است نہ خارج نہ متصل است بعالم و نہ منفصل از عالم شہود و رویہ او تعالیٰ نیز نہ در عالم است و نہ در خارج عالم نہ اتصال بعالم دارد و نہ انفصال از عالم۔ لہذا رویہ اخروی را بلا کیف گفته اند۔ از حیثہ عقل و وہم خارج است در دنیا این ستر را بر خواص انخواس منکشف گردانیدہ اند۔ ہر چند رویہ نیست کالرویت است این دولت عظمیٰ است کہ بعد از زمان اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کم کے باین دولت مستعد گشتہ است ہر چند این سخن امروز مستبعد بیناید و مقبول اکثرے نمیکرد و لہذا اظہار نعمت عظمیٰ بیناید۔ کوتاہ اندیشان قبول کنند یا نہ و این نسبت باین خصوصی فرد اور حضرت مہدی ظہور خواهد یافت ان شاء اللہ تعالیٰ و السلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعتہ المصطفیٰ صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ منها چون طالبے پیش شیخے بیاید کہ شیخ اور اول استخارہ فرماید از سہ استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید۔ بعد از استخارہ ہا اگر تذبذبے در طالب پیدا شد شروع در کار او نماید اول اورا طریق توبہ تعلیم دہد و دو رکعت نماز توبہ گزاردن فرماید کہ بے حصول توبہ درین راہ قدم زدن سودمند نیست۔ اما باید کہ در حصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نماید و تفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند کہ ہم درین اوان بسیار قاصر اند۔ اگر اول تکلیف تحصیل توبہ کردہ شود ناچار حصول آن مدتے طلبد شاید درین وقت مدت فتورے در طلب او رود و از مطلب باز ماند بلکہ توبہ را ہم سرانجام نہ دہد۔ بعد از ان طریقے کہ مناسب استعداد طالب است تعلیم نماید و ذکرے کہ ملائم قابلیت اوست تلقین فرماید و توجہے بکار او در کار دارد و التفاتے بحال او مری نماید۔ آداب و شرائط راہ را باو بیان سازد و در متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صالحین ترغیب فرماید و وصول مطلوب را بے این متابعت محال داناند و اعلام نماید کہ کثوف و وقائع کہ سر مؤئے مخالفت بکتاب و سنت داشتہ باشد اعتبار نکند بلکہ مستغیر باشد و بہ تصحیح عقائد بمقتضائے آرائے

فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت نصیحت نماید و معلیم احکام فقہیہ ضروریہ و عمل بہ موجب آن علم تا کید فرماید کہ طیران درین راہ بے این دو جناح اعتقادے و عملے میسر نیست و تا کید نماید کہ در رقمہ محترم و مشتبه احتیاط را نیک مرعی دارد و ہرچہ یابد خورد و از ہر جا کہ یابد تناول نماید تا فتویٰ شریعت غزّ اورین باب درست نکند۔ بالجملہ در جمیع امور کریمہ مَا آتَاکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا را نصب عین خود سازد۔ حال طالبان از دو امر خالی نیست یا از اہل کشف و معرفت اند یا از ارباب جہل و حیرت۔ اما بعد از طے منازل و رفع حجب ہر دو طائفہ واصل اند۔ در نفس وصول مڑتے نیست یکے را بر دیگرے چنانکہ دو شخص بعد از طے منازل بعیدہ بکعبہ میرسند۔ یکے منازل راہ را تماشا کردہ رفت و بتفصیل ہر کدام از منازل را بقدر استعداد خود دانستہ رسید و دیگرے از منازل راہ چشم دوختہ رفت و بتفصیل اطلاع نیافتہ بکعبہ رسیدہ۔ ہر دو شخص در نفس وصول بکعبہ مساوی اند بچکدام را زیادتی نیست درین وصول بر دیگرے اگرچہ در معرفت منازل راہ متفاوت افتادہ اند و بعد از رسیدن بمطلوب ہر دورا جہل لازم است۔ لِأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِي ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى جَهْلٌ وَعَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَةِ۔ باید دانست کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقامات عشرہ است و طے مقامات عشرہ منوط باین تجلیات ثلاثہ است تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات۔ و ازین مقامات غیر از مقام رضا ہمہ وابستہ بتجلی افعال و تجلی صفات اند و مقام رضا منوط بتجلی ذات ست تعالی و تقدس و محبت ذاتیہ کہ مستلزم مساوات ایلام محبوبست بانعام او نسبت بحب پس لاجرم رضا متحقق شود و گراہتہ بر خیزد و ہم چنین بلوغ این جمیع مقامات بحکد کمال در وقت وصول تجلی ذاتیست کہ فنایت اشم وابستہ بان است اما حصول نفس مقامات تسعہ در تجلی افعال و تجلی صفات مثلاً ہر گاہ قدرت اورا بجلانہ بر خود و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید بے اختیار بتوبہ و انابت رجوع کند و خائف و ترسان باشد و ورع شیوہ خود سازد و بر تقدیرات او مبر پیش گیرد و بے طاقت بگوارد و چون مولائے نعم اورا ندو اعطای منیع از و عطا شد بجلانہ ناچار در مقام فکر آید و در

توکل قدمِ راسخ نہد و چون عطفوت و مہربانی متجلی شود در مقامِ رجا و آید و چون عظمت و کبریائی او مشاہدہ نماید و دنیائے دنی در نظر او خوار و بے اعتبار در آید ناچار بے رغبتی در دنیا پیدا شود و فقر اختیار کند و زہد و یدن خود گیرد اما باید دانست کہ حصول این مقامات بتفصیل و ترتیب مخصوص بسالکِ مجذوب است و مجذوب سالک را طے این مقامات بر سبیل اجمال است چہ اورا عنایت ازلی گرفتارِ محبتے ساخته است کہ بتفصیل آنہائی تواند پرداخت در ضمن آن محبت زبدہ این مقامات و خلاصہ این منازل بروجا اتم اورا حاصل است کہ صاحب تفصیل را میسر نشدہ است۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔ منها۔ طالب را باید کہ اہتمام در نفی آلہہ باطلہ آفاقی و انفسی نماید و در جانب اثباتِ معبود بحق ہر چہ در حوصلہ فہم و وہم او در آید آنرا نیز در تحت نفی داخل سازد و اکتفا بموجودیت آن نماید اگر چہ وجود را ہم در ان موطن گنجائش نیست ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفتہ اند کہ وجود واجب تعالی زائدست بر ذات او سبحانہ و جو در اعین ذات گفتن و ورائے وجود امر دیگر اثبات نکردن از تصور نظر است۔

قال شیخ علاؤالدولۃ فوق عالم الوجود عالم الملک الودود این درویش را چون از عالم وجود بالا گزرانید ندتا چند گاہ کہ مغلوب حال بود خود را از روی علم تقلیدی از اہل اسلام می شمرد۔ بالجملہ ہر چہ در حوصلہ ممکن در آید بطریق اولی ممکن شاید۔ فسبحان من لم یجعل لخلق الیہ سبیلاً الا بالعجز عن معرفتہ گمان نکند کہ ازین فنا فی اللہ و بقا باللہ ممکن واجب گردد چہ آن محال است و مستلزم قلب حقائق پس چون ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک واجب تعالی نصیب ممکن نباشد۔ عنقا شکار کس نشود دام باز چین کا بجا ہمیشہ باد بدست ست دام را۔ بلند ہمتی ہمین طور مطلب را میخواید کہ ہیچ ازو بدست نیاید و ہیچ نام و نشان ازو پیدا نشود۔ جمع ہستند کہ مطلبے میخواستند کہ آنرا عین خود یا بند و قرب و معیت باو پیدا سازند مع آن ایشانند من چہ نیم یارب۔ والسلام۔ منها حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالی سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ آئینہ ہر یک از مشائخ را دو جہت

است و آئینہ مراسم بہت مانا کہ این کلمہ قدسیہ را تا این زمان ہیج یکے از خلفائے این خانوادہ بزرگ بیان نکرده است بلکہ باشارہ و رمز ہم در ان باب سخن نراندہ این حقیر قلیل البصاعتہ را پہ رسد کہ در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن زبان کشاید اما چون حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضل فریش بر این معمار ابرین حقیر بکشود و حقیقت آن کما ینبغی وانمود بخاطر ریخت کہ این ذرہ کنون را بہ نان بیان در سلک تحریر کشد و بزبان ترجمان در حیز تقریر آرد بعد از ادائے استخارہ شروع در ان باب نموده آمد۔ وَالْمَسْئُولُ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيقُ۔ باید دانست کہ مراد از آئینہ قلب عارف است کہ بر زخست بین الروح والنفس و از دو جہت جہت روح و جہت نفس مراد داشته اند۔ پس مشائخ را در وقت وصول بمقام قلب ہر دو جہت آن منکشف می گردود و علوم و معارف آن دو مقام کہ مناسب قلب است فائض می شود بخلاف طریقے کہ حضرت خواجہ بآن ممتاز اند و نہایت در ان موطن در بدایۃ مندرج است آئینہ قلب را در ان طریق شش جہت پیدا می شود بیانش آنست کہ برا کا برای ان طریقہ علیہ منکشف گردانیدہ اند کہ ہر چہ در کلیتہ افراد انسانی ثابت است از لطائف ستہ در قلب تنہا نیز تحقق است۔ از نفس و قلب و روح و سر و خفی و اخی کہ از شش جہت این شش لطیفہ مراد داشته اند۔ پس سیر سائر مشائخ بر ظاہر قلب است و سیر این بزرگواران در باطن قلب و باین سیر با بطن بطون آن میرسند و علوم و معارف این شش لطیفہ در مقام قلب منکشف می گردند۔ اما علومیکہ مناسب مقام قلب اند اینست بیان کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ این حقیر را درین مقام ببرکت این بزرگواران مزید بر مزید است و تدقیق بعد تدقیق و بحکم کریمہ و اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ رمزے از ان مزید و اشارتے از ان تدقیق می نماید۔ وَمِنْهُ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيقُ۔ بدانکہ قلب قلب نیز مستغنیمن لطائف است بر قیاس قلب لیکن در قلب قلب بواسطہ تنگی دائرہ یا سر دیگر و لطیفہ از لطائف ستہ مذکورہ بطریق جزئیہ ظاہری شوند لطیفہ نفس و لطیفہ اخی و کَمَا الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي

فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّلَاثَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ فِيهِ الْخَفِيُّ أَيْضًا وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي
فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ فِيهِ السِّرُّ أَيْضًا مَعَ ظُهُورِ الْقَلْبِ وَالرُّوحِ فِيهِ
وَفِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ لَا يَظْهَرُ الرُّوحُ فِيهِ أَيْضًا فَمَا بَقِيَ إِلَّا قَلْبٌ مَحْضٌ وَ
بَسِيطٌ صَرَفٌ لَا اِعْتِبَارَ فِيهِ بِشَيْءٍ أَصْلًا وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هُنَا مِنْ بَعْضِ
الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ لِيُتَوَسَّلَ بِهِ إِلَى مَا هُوَ نِهَائِيَّةُ النِّهَائِيَّةِ وَغَايَةُ الْغَايَةِ فَأَقُولُ بِتَوْفِيقِ
اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِنَّ جَمِيعَ مَا ظَهَرَ فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا فَهُوَ ظَاهِرٌ فِي الْعَالَمِ
الصَّغِيرِ اِجْمَالًا وَنَعْنَى بِالْعَالَمِ الصَّغِيرِ الْإِنْسَانَ فَإِذَا صَقَلَ الْعَالَمِ الصَّغِيرُ وَنَوَّرَ
ظَهَرَ فِيهِ بِطَرِيقِ الْمِرَاتِيَّةِ جَمِيعُ مَا فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا لِأَنَّهُ بِالصِّقَالَةِ
وَالنُّوْرِ قَدْ اتَّسَعَ وَعَاوَهُ فَرَالَ حُكْمُ صِغَرِهِ وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي
نُسِبَتْهُ مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ كِنْسَبَةِ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ مَعَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ مِنَ الْاِجْمَالِ
وَالتَّفْصِيلِ فَإِذَا صَقَلَ الْعَالَمِ الْأَصْغَرَ الَّذِي هُوَ الْعَالَمِ الْقَلْبِ وَذَهَبَ الظُّلْمَةُ
الطَّارِيَةُ عَلَيْهِ ظَهَرَ فِيهِ بِطَرِيقِ الْمِرَاتِيَّةِ أَيْضًا مَا فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ تَفْصِيلًا
وَهَكَذَا الْحَالُ فِي قَلْبِ الْقَلْبِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْقَلْبِ مِنَ الْاِجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ
وَظُهُورِ التَّفْصِيلِ فِيهِ بَعْدَ أَنْ كَانَ مُجْمَلًا بِسَبَبِ التَّصْفِيَةِ وَالنُّورَانِيَّةِ وَعَلَى
هَذَا الْقِيَاسِ الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّلَاثَةِ وَالْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ
فِي الْاِجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ وَظُهُورِ التَّفْصِيلِ الَّذِي فِي الْمَرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِيهِمَا
بِسَبَبِ الصِّقَالَةِ وَالنُّورَانِيَّةِ وَكَذَا الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ فَإِنَّهُ مَعَ
بَسَاطَتِهِ وَعَدَمِ اِعْتِبَارِ شَيْءٍ فِيهِ يَظْهَرُ فِيهِ بَعْدَ التَّصْفِيَةِ الْكَامِلَةِ مَا ظَهَرَ فِي
جَمِيعِ الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالْأَصْغَرِ وَمَا بَعْدَهَا مِنَ الْعَوَالِمِ
كَمَا مَرَّ فَهُوَ الضِّيقُ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ وَالْأَقْلُ الْأَكْثَرُ وَمَا خَلَقَ شَيْءٌ
مِنَ الْأَشْيَاءِ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَمَا وَجَدَ أَحَدٌ أَشَدَّ مُنَاسَبَةً بِصَانِعِهِ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ مِنْ

هَذِهِ اللَّطِيفَةُ الْبَدِيعَةُ فَلَا جَرَمَ يَظْهَرُ فِيهِ مِنْ عَجَائِبِ آيَاتِ صَانِعِهِ سُبْحَانَهُ
مَا لَا يَظْهَرُ فِي أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ وَالذَّا قَالِ تَعَالَى فِي الْحَدِيثِ لَا يَسْغِنِي أَرْضِي
وَالْأَسْمَائِي وَلَكِنْ يَسْغِنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُتَوَكِّلِ وَالْعَالَمُ الْكَبِيرُ وَإِنْ كَانَ أَوْسَعَ
الْمَرَايَا لِلظُّهُورِ إِلَّا أَنَّهُ لِكَثْرَتِهِ وَتَفْصِيلِهِ لَا مُنَاسِبَةَ لَهُ مَعَ مَنْ لَا كَثْرَةَ فِيهِ أَصْلًا
وَلَا تَفْصِيلَ فِيهِ رَأْسًا وَالْحَرِيُّ لِلْمُنَاسِبَةِ هُوَ الضِّيقُ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ
وَالْأَقْلُ الْأَكْثَرُ كَمَا لَا يَخْفَى فَإِذَا بَلَغَ الْعَارِفُ الْأَتَمَّ مَعْرِفَةَ وَالْأَكْمَلَ شُهُودًا
هَذَا الْمَقَامَ الْعَزِيزَ وَجُودَهُ وَالشَّرِيفَ رُتْبَةً يَصِيرُ ذَلِكَ الْعَارِفُ قَلْبًا لِلْعَوَالِمِ
كُلِّهَا وَالظُّهُورَاتِ جَمِيعِهَا وَهُوَ الْمُتَحَقِّقُ بِالْوِلَايَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمُشْرِفُ
بِالدَّعْوَاتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ وَالتَّحِيَّةِ فَالْأَقْطَابُ
وَالْأَوْتَادُ وَالْأَبْدَالُ دَاخِلُونَ تَحْتَ دَائِرَةِ وِلَايَتِهِ وَالْأَفْرَادِ وَالْأَحَادِ وَسَائِرِ فِرْقِ
الْأَوْلِيَاءِ مُنْدَرِجُونَ تَحْتَ أَنْوَارِ هِدَايَتِهِ لِمَا هُوَ النَّائِبُ مَنْابِ رَسُولِ اللَّهِ
وَالْمَهْدِيُّ يَهْدِي حَبِيبِ اللَّهِ وَهَذِهِ النِّسْبَةُ الشَّرِيفَةُ الْعَزِيزَةُ وَجُودُهَا
مَخْصُوصَةٌ بِأَحَدِ الْمُرَادِينَ وَلَيْسَ لِلْمُرِيدِينَ مِنْ هَذَا الْكَمَالِ نَصِيبٌ هَذَا
هُوَ النِّهَايَةُ الْعَظْمَى وَالْعَايَةُ الْقُصْوَى لَيْسَ فَوْقَهُ كَمَالٌ وَالْأَكْرَمُ مِنْهُ نَوَالٌ
لَوْ جَدَّ بَعْدَ الْوَفِّ سَنَةٌ مِثْلُ هَذَا الْعَارِفِ لَا غُتِمَ وَيَسْرِي بِرُكْنِهِ إِلَى مُدَّةِ
مَدِينَةٍ وَآجَالِ مُتَبَاعِلَةٍ وَهُوَ الَّذِي كَلَّمَهُ دَوَاءٌ وَنَظَرَهُ شِفَاءً وَحَضَرَتْ
الْمَهْدِيُّ سَيُوجَدُ عَلَى هَذَا لِنِسْبَةِ الشَّرِيفَةِ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْخَيْرَةِ ذَلِكَ فَضْلُ
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَحُصُولُ هَذِهِ الدَّوَلَةِ الْقُصْوَى
مَنْوُوطٌ بِإِتْمَامِ طَرِيقِي السُّلُوكِ وَالْجَذْبَةِ تَفْصِيلًا مَرْتَبَةً بَعْدَ مَرْتَبَةٍ وَإِكْمَالِ
مَقَامِ الْفَنَاءِ الْأَيْمِ وَالْبَقَاءِ الْأَكْمَلِ دَرَجَةً بَعْدَ دَرَجَةٍ وَهَذَا لَا يَتَسَيَّرُ إِلَّا بِكَمَالِ
مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَاةِ

أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلُهَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ مُتَابِعِيهِ وَالْمَسْئُولُ
 مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ كَمَالُ مُتَابِعَتِهِ وَالثَّبَاتُ عَلَيْهِ وَالِاسْتِقَامَةُ عَلَى شَرِيعَتِهِ وَيَرْحَمُ
 اللَّهُ عَبْدًا قَالَ آمِنًا وَهَذِهِ الْمَعَارِفُ مِنَ الْأَسْرَارِ الدَّقِيقَةِ وَالرُّمُوزِ الْخَفِيَّةِ مَا
 تَكَلَّمَ بِهَا أَحَدٌ مِنْ أَكْبَرِ الْأَوْلِيَاءِ وَمَا أَشَارَ إِلَيْهَا وَاحِدٌ مِنْ أَعْظَمِ الْأَصْفِيَاءِ
 اسْتَأْتَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ هَذَا الْعَبْدَ بِهَذِهِ الْأَسْرَارِ وَأَفْشَاهَا بِصَدَقَةِ حَبِيبِهِ عَلَيْهِ وَ
 عَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ وَلِنِعْمَ مَا قَالَ فِي الشِّعْرِ الْفَارِسِيِّ
 اگر پادشہ بردر پیرزن بیاید تو اے خواجہ سببت مکن لیس قبولہ تعالیٰ معللاً
 بِشَيْءٍ وَلَا مَسَبِّا بِسَبَبٍ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ
 بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ
 الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مُتَابَعَةَ
 الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - منها - روح از علم بے چونی است پس لامکانیہ
 اورا متحقق باشد۔ ہر چند بیچونی اونسبت بمرتبہ وجوب تعالت و تقدست عین چون اسبت و
 لامکانیہ اونظر بلامکانی حقیقی جل سلطانہ عین مکانیہ گویا عالم ارواح برزخ است در میان آن
 عالم و مرتبہ بیچونی پس ہر دورنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بیچونی دانند و نظر بمرتبہ بے چونی
 عین چونست و این نسبت برزحیت اورا باعتبار فطرت اصلی اوست۔ اما بعد از تعلق باین بدن
 عنصری و گرفتاری باین ہیكل ظلمانی او از برزحیت برآمدہ است و بتام بعالم چون فرود آمدہ
 و رنگ بیچونی ازوے متواری گشتہ مثل او مثل ہاروت و ماروت ست کہ بواسطہ بعضی حکم و مصالح
 ارواح ملائکہ کخصیض بشریہ فرود آمدہ اند۔ چنانچہ گفتہ اند پس اگر عنایت خداوندی جل شانہ
 و تکمیلی نماید تا ازین سفر رجوع واقع شود و ازین تنزل عروج فرماید۔ نفس ظلمانی و بدن
 عنصری نیز بمتابعیت او عروج خواہند نمود و طے منازل خواہند فرمود درین ضمن آنچه مقصود از

تعلق روح و تنزل اوست۔ نظہور خواهد آمد و لغتارہ باطمینان خواهد پیوست و ظلمانی بنورانی مبدل خواهد گشت و چون روح این سفر را تمام کند و آنچه مقصود از نزول بود بانجام رساند بہ برزحیت اصلی خواهد رسید و نہایت در رجوع ببدایت خواهد یافت۔ و چون قلب از عالم ارواح است نیز در برزحیت توطن خواهد نمود و نفس مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چه او برزخ است میان قلب و بدن نیز همان جا اقامت خواهد نمود و بدن عنصری کہ مرکب از عناصر اربعہ است بعالم کون و مکان استقرار خواهد یافت و بطاعت و عبادت خواهد پرداخت۔ بعد ازین اگر سرکشی و مخالفت واقع شود فی الجملہ منسوب بطباع عناصر خواهد بود۔ مثلاً جزوناری کہ بالذات سرکش و مخالفت طلب ست در رنگ ابلیس لعین ندائے انا خیر منہ خواهد بر آورد و نفس مطمئنہ از سرکشی باز مانده است چه او از حق جل سلطنہ راضی گشتہ و حق سبحانہ ازوے راضی و سرکشی از راضی و مرضی متصور نیست اگر سرکشی است از قالب است مانا کہ سید البشر علیہ و علی الہ الصلوٰت و التسلیمات اتمہا و اکملہا تعبیر بجهاد اکبر ازین سرکشی ابلیسی فرمودہ باشند کہ منشاء آن جزو قالبی است و آنکہ فرمودہ اند اسلم شیطان مراد از ان یا شیطان آفاقست کہ قرین اوست علیہ الصلوٰة والسلام و مراد ازینجا شیطان انفسی است ہر چند صولت این شیطان نیز شکستہ است و از تہرید باز مانده امام بالذات لا ینفک عن الذات۔ سیاہی از جہشی کہ رود کہ خود رنگست و یا مراد از ان شیطان انفسی است و اسلام آن مستلزم انتقائے سرکشی بالکلیہ نیست باوجود اسلام اگر ترک عزیمت خواهد و مرتکب رخصت گردد جائز است و اگر صغیرہ بوجود آید کہ در ان حسہ نباشد ہم گنجائش دارد بلکہ حسہ ابرار کہ نزد مقربان سیدہ است نیز ازین قبیل است۔ این ہمہ اقسام سرکشی است و این بقائے سرکشی ازوے از برائے اصلاح و ترقی اوست چه بعد از حصول این امور کہ نہایت نقص در ان بحصول ترک اولی است آنقدر ندامت و پریشانی و توبہ و استغفار دست میدہد کہ موجب ترقیات بے نہایت می گردد و چون بدن عنصری در مقرر خود استقرار یافت بعد از مفارقت

لطائف سے و عروج آ نہاد عالم امر ہر آئینہ خلیفہ آ نہادین عالم ہمین بدن خواہد ماند و کار ہمہ
آ نہا خواہد کرد۔ بعد ازین اگر الہام است بر ہمین مضغہ است کہ خلیفہ حقیقت جامعہ قلبیہ
است و آنچه در حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام آمدہ است مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ
صَبَاحًا ظَهَرَ ثَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ مراد ازین قلب و اللہ
سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ ہمین مضغہ است۔ و در احادیث دیگر این مراد متعین است کما قال
عليه الصلوٰۃ والسلام إِنَّهُ لَيَغَانُ عَلَى قَلْبِي عَرُوضٌ غَيْرُ غَيْرٍ بِمُضْغَةٍ اسْتَنْزَهَ بِحَقِيقَتِ
جامعہ کہ اوبکلّیہ از غین بر آمدہ است و در احادیث دیگر آمدہ از تقلب قلب کما قال عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَقَالَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرِيشَةٍ فِي أَرْضِ فَلَاحٍ وَقَالَ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ وَالتَّقَلُّبُ وَعَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتَةٌ
لِهَذَا الْمُضْغَةِ لِأَنَّ الْحَقِيقَةَ الْجَامِعَةَ لَا تَقْلُبُ لَهَا أَصْلًا بَلْ هِيَ مَطْمَئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ
عَلَى الْأَطْمِينَانِ وَالْخَلِيلُ عَلَى نَبِينَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ طَلَبَ
الْأَطْمِينَانَ لِلْقَلْبِ إِرَادَ بِهِ الْمَضْغَةَ لِأَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيقِي قَدْ كَانَ مُطْمَئِنًّا
بِلَا رَيْبٍ بَلْ نَفْسُهُ أَيْضًا كَانَتْ مُطْمَئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ الْحَقِيقِي قَالَ صَاحِبُ
الْعَوَارِفِ قُدْسٌ سِرُّهُ إِنَّ الْإِلَهَامَ صِفَةُ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ الَّتِي عَرَجَتْ فِي مَقَامِ
الْقَلْبِ وَإِنَّ التَّلَوِينَاتِ وَالتَّقْلِيْبَاتِ تَكُونُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ وَهُوَ كَمَا
تَرَى مُخَالَفٌ لِلْأَحَادِيثِ الْمَذْكُورَةِ وَلَوْ تَيْسَّرَ الْعُرُوجُ مِنْ هَذَا الْمَقَامِ الَّذِي
أَخْبَرَ الشَّيْخُ عَنْهُ لَعَلِمَ الْأَمْرَ كَمَا هُوَ عَلَيْهِ وَلَا حَ صِدْقٌ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ وَطَابَقَ
الْكَشْفُ وَالْإِلَهَامُ بِالْأَخْبَارَاتِ النَّبَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ
وَلَقَدْ تَعْلَمُ أَنَّ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَرُودِ الْإِلَهَامِ عَلَيْهَا وَ
صَيْرُورَتِهَا صَاحِبِ أَحْوَالٍ وَتَّلَوِينَاتٍ مِمَّا كَبُرَ عَلَى الْمُتَعَصِّبِينَ الْجَاهِلِينَ

الْقَاصِرِينَ عَنْ حَقِيقَةِ الْأَمْرِ وَنَقَلَ عَلَيْهِمْ لَمَّا ذَايَقُولُونَ فِي الْأَخْبَارِ النَّبَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ قَالَ إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَمْضَغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ إِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمُمْضَغَةَ هِيَ الْقَلْبُ عَلَى سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ وَنَاطَ صِلَاحَ الْجَسَدِ وَفَسَادَهُ بِصِلَاحِهَا وَفَسَادِهَا بِفَيْجُورِ لِهَذِهِ الْمُمْضَغَةِ مَا يَجُوزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ كَانَ عَلَى سَبِيلِ النِّيَابَةِ وَالْخَلَالَةِ وَاعْلَمْ أَنَّ الرُّوحَ لَمَّا فَارَقَ الْجَسَدَ بِالمَوْتِ الَّذِي هُوَ قَبْلَ المَوْتِ وَجَدَ الْعَارِفَ الوَاصِلَ رُوحَهُ غَيْرَ دَاخِلٍ فِي الْجَسَدِ وَلَا خَارِجَ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَوَجَدَ أَنَّ لِلرُّوحِ تَعَلُّقًا مَعَ الْجَسَدِ لِصِلَاحِ الْجَسَدِ بَلْ لِيُغَرِّضَ يَعُودُ إِلَى الرُّوحِ كَمَا لَهُ أَيْضًا وَذَلِكَ التَّعَلُّقُ هُوَ مَنْشَأُ الصِّلَاحِ وَالْخَيْرِ فِي الْجَسَدِ وَلَوْلَا ذَلِكَ التَّعَلُّقُ لَصَارَ الْجَسَدُ بِحَدَائِثِهِ شَرًّا وَنَقْصًا وَمَكَدًا الْحَالِ لِلرُّوحِ تَعَالَى مَعَ الرُّوحِ وَغَيْرِهِ فَإِنَّهُ تَعَالَى غَيْرُ دَاخِلٍ فِي الْعَالَمِ وَلَا خَارِجَ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَلَهُ سُبْحَانَهُ تَعَلُّقُ مَعَ الْعَالَمِ خَلْقًا وَابْتِقَاءً وَإِفَاضَةً لِلْكَمَالَاتِ وَإِيْلَاءً لِلنَّعِيمِ وَالْخَيْرَاتِ فَإِنْ قُلْتِ إِنَّ عُلَمَاءَ أَهْلِ الْحَقِّ مَا تَكَلَّمُوا فِي الرُّوحِ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ بَلْ كَادُوا لَمْ يُجَوِّزُوهُ وَأَنْتِ مُلتَزِمَةٌ وَفَاقَهُمْ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ لَمَّا وَجَّهْتِ قُلْتِ الْعَالِمُ بِحَقِيقَةِ الرُّوحِ قَلِيلٌ مِنْهُمْ فَهَمَّ مَعَ قَلْبِهِمْ إِنَّمَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا بِكَشْفِ الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةِ وَاسْتَفْهَمُوا بِالْأَجْمَالِ اجْتِنَابًا عَنْ سُوءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَوُقُوعِهِمْ فِي الضَّلَالِ فَإِنَّ الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةِ شَبِيهَةٌ صُورَةً بِالْكَمَالَاتِ الوجودِيَّةِ وَالْفَرْقُ دَقِيقٌ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ إِلَّا الرَّاسِخُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَرَاوَا الْمُصْلِحَةَ فِي الْأَجْمَالِ بَلْ فِي الْإِنْكَارِ عَنْ بَنِيهِ وَكَشْفِ عَنْ حَقِيقَتِهِ فَلَا يُنْكِرُونَ كَمَا لِيهِ الَّتِي سَبَقَ ذِكْرُهَا

وَالْعَبْدُ الضَّعِيفُ إِنَّمَا بَيَّنَّهُ وَكَشَفَ عَنِ بَعْضِ خَوَاصِّهِ اعْتِمَادًا عَلَى عِلْمِهِ
الضَّحِيحِ وَكَشَفِهِ الصَّرِيحِ بِعَوْنِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَوَلِّيقِهِ وَصَدَقَهُ حَبِيبِهِ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاللَّهُ الْكَرِيمُ مَعَ إِزَالَةِ شِبْهَةِ مَانِعَةٍ عَنِ الْبَيَانِ فَافْهَمُوا وَمِمَّا
يُنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الْجَسَدَ كَمَا اسْتَفَادَ مِنَ الرُّوحِ كَمَا لَا تُحْصَى فَالرُّوحُ
أَيْضًا اكْتَسَبَ مِنَ الْجَسَدِ فَوَائِدَ عَظْمَى حَيْثُ صَارَ سَمِيعًا بَصِيرًا مُتَكَلِّمًا
مُتَجَسِّدًا بِجَسَدٍ مُكْتَسَبًا مُبَاشِرًا لِأَفْعَالٍ نَاسَبَتْ بِعَالَمِ الْأَجْسَادِ وَچون نفس
مطمئنہ بروحانیان ملحق شد چنانکہ بالاگزشت عقل بجائے او در عالم اجساد بخلافت او نشست و
عقل معاد نام یافت۔ این زمان فکر و اندیشہ او ہمہ برائے آخرت مقصود گشت و از اندیشہ
معیشت فارغ آمد و شایان فراست شد بواسطہ نوریکہ اور اعطا فرمودہ اند۔ این مرتبہ نہایت
مراتب کمالات عقل است ناقصہ اینجا اعتراض نکند کہ نہایت مراتب کمالات عقل مہماید کہ در
نسیان معاش و معاد متحقق شود کہ در مبداء اندیشہ او غیر حق سبحانہ و تعالیٰ پہنچ نباشد چہ دنیا و چہ
آخرت۔ گوئیم کہ این نسیان در اثنائے راہ اور احاصل شدہ بود در مرتبہ فنا فی اللہ و این کمال
بمراحل ازان متجاوز است اینجا رجوع علمست بعد از حصول جہل و عود و فرق است بعد از تحقیق
جمع و حصول اسلام حقیقی است بعد از کفر طریقت کہ در مرتبہ جمع است و فلاسفہ کثیر السفہ کہ در
عقل مراتب اربعہ ثابت کردہ اند و کمالات عقل را در ان منحصر دانستہ اند از کمال نادانی است
حقیقت عقل را با کمالات تابعہ او بعقل و وہم نمے توان دانست کشف صحیح و الہام صریح در کار
است کہ مقتبس از مکتوٰۃ انوار نبوتست۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالَى وَ تَسْلِيمَاتُهُ عَلَى جَمِيعِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ عَمُوْمًا وَ اَفْضَلِهِمْ حَبِيبِ اللَّهِ خُصُوْصًا اِگر پرسند کہ در
عبارات مشائخ واقع شدہ است کہ عقل ترجمان روح است معنی آن چہ باشد گوئیم کہ علوم و
معارف کہ بتلقی روحانی از مبداء فیاض فائض می شود قلب کہ از عالم ارواح است اخذ میکند
ترجمان آن عقلست کہ آنرا محض رو ملخص ساختہ شایان فہم گرفتار ان عالم خلق می سازد کہ اگر او

ترجمانی نکند فہمیدن آن محسوس است بلکہ محسوس و چون مضمغہ قلبیہ خلیفہ حقیقت جامعہ قلبیہ است حکم اصل پیدا کردہ است و تلقی او نیز تلقی روحانی گشتہ و محتاج بہ ترجمان آمدہ است۔ باید دانست کہ زمانے بر عقل معادمی آید کہ باعث شوق بجاوردت نفس مطمئنہ میگردد و بحدیکہ او را بمقام آن میرساند قالب را تہی و خالی میگذارد و این زمان تعقل و تذکر نیز بمضمغہ قلبیہ قرار می یابد۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ وَحِمْ اِنَّمَا يَرٰ جَمَانِ خُودِ كَرُوْدِ
درین وقت عارف را معاملہ با قالب افتد جزو ناری آنکہ ندائے اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ از نہاد آن ظاہری شد و بانقیاد میآورد و بتدریج بشرف اسلام حقیقی مشرف می گردد۔ پس خلعت ابلسی را از اوے زائل گردانیدہ بمقام اصلی نفس مطمئنہ میرساند و نائب مناب آن میسازند پس در قالب خلیفہ قلب حقیقی مضمغہ آمد و نائب مناب نفس مطمئنہ جزو ناری گشت ع ز ر ه د م س
و جو د م ن از کیمیائے عشق و جزو ہوائی مناسبت بروح وارد لہذا در وقت وصول سالک و عروج آن بمقام ہوا گاہ باشد کہ ہمین ہوا را بعنوان حقانیت بدانند و گرفتار آن بماند چنانچہ در مقام روح ہمین شہود دست میدہد و گرفتاری ماند۔ بعضی از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم و چون از ان مقام گزرانیدند حق از باطل جدا شد و این جزو ہوائی بواسطہ مناسبت بمقام روحی درین قالب قائم مقام روح می گردد و در بعض امور حکم روح پیدای کند۔
و جزو آبی مناسبت حقیقت جامعہ قلبیہ دارد و لہذا فیض او بجمیع اشیاء میرسد۔ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ حَتَّىٰ بَارِزِ اُوْنِزِ بِمَضْغِ قَلْبِیۃِ اِسْت۔ و جزو ارضی کہ جزو اعظم آن قالب است بعد از تطہیر از تلویث و ناست و خست کہ از صفات ذاتیہ او اند حاکم و غالب درین قالب اومی گردد و ہر چہ هست در قالب حکم او پیدای کند و رنگ آن می گیرد و این بواسطہ جامعیت تامہ اوست جمیع اجزائے قالب فی الحقیقت اجزائے اویند و لہذا کرۃ ارضی مرکز عناصر و افلاک آمد و مرکز او مرکز عالم درین وقت معاملہ قالب نیز بانجام رسید و نہایت عروج و نزول متحقق گشت و کمال تکمیل نقد وقت آمد و نیست نہایتی کہ مجموع ہدایت دارد۔ چنانکہ روح با

مراتب و توابع خود ہر چند بطریق عروج بمقر خود رسیدہ ہوا مآچون ہنوز تر بیتِ قالب در پیش داشت تو جہے باین عالم در کار بود و چون معاملہ قالب بانجام رسید روح باہمز و خفی و انہی و با قلب و نفس و عقل متوجہ جنابِ قدسِ خداوندی جلِ سلطانہ گشت و بکلیتہ ازین قالب اعراض نمود و قالب نیز بکلیت خود متوجہ مقامِ عبودیت آمد پس روح با مراتب خود در مقامِ شہود و حضور متمکن است و از دید و دانش ماسوائی بکلیت معرض و قالب تمام بمقامِ طاعت و بندگی راسخ است اینست مقامِ فرق بعد الجمع وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ الْمُوَافِقُ لِلْکَمَالَاتِ۔ و این درویش را درین مقام قدمِ خاص است و آن رجوعِ روحست با مراتب خود بعالمِ خلق تا بحق جَلّ و عَلَا ایشان را دعوت نماید و روح درین وقت حکمِ قالب پیدا می کند و تابع او میگردد و کار تا بجائے میرسد کہ اگر قالب حاضر است روح نیز حاضر است و اگر قالب غافلست روح نیز غافل مگر در وقتِ ادائے نماز کہ روح با مراتب خود متوجہ جنابِ قدسِ جلِ شانہ قالب اگر چہ غافل باشد زیرا کہ نماز معراجِ مومن است۔ باید دانست کہ این رجوعِ واصل کہ بکلیت واقع شود از اکمل مقاماتِ دعوت است این غفلت سبب حضورِ جمع کثیر است غافلان ازین غفلت غافلند و حاضران ازین رجعت جاہل این مقام از قبیل مدح بمایشبہ الذمّ است فہم ہر کوتاہ اندیش اینجا نرسد اگر کمالاتِ این غفلت را بیان کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند۔ این آن غفلت است کہ خواصِ بشر را بر خواصِ ملک فضیلت بخشید این آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم راحمتِ عالمیان گردانید این آن غفلت است کہ از ولایت بہ نبوت میرساند این آن غفلت است کہ از نبوت برسالت میرساند این آن غفلت است کہ اولیائے عشرت را بر اولیائے عزلت مزیت می بخشد این آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم را بر صدیق اکبر سبقت می دہد بَعْدَ مَا کَانَ کَاذِبًا فَرَسَ اِنَّ اَنَّ غَفْلَتَ اَسْتَ اَنَّ صَوْرَ اَبْرَسْکَرْتَرِ جَمِیْ نَمَیْدَ اَنَّ نَبُوْتِ رَا بَرِ و لَایْتِ اَفْضَلِیْ گِرْدَانْدِ عَلٰی رَغْمِ الْقَاصِرِیْنَ اِنَّ اَنَّ غَفْلَتَ اَسْتَ اَنَّ سَبَبِ اَنَّ قَطْبِ اَرْشَادِ اَز

قطب ابدال افضلیت پیدا می کند این آن غفلت است که صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرزوئی آن می نماید آنجا که می فرماید **يَا لَيْتَنِي صَحْوُ مُحَمَّدٍ** این آن غفلت است که حضور کمینہ خادم اوست این آن غفلت است که وصول مقدمہ حصول اوست این آن غفلت است که بصورت تنزل است و تحقیقت ترفع است این آن غفلت است که خواص را بعوام مشتبہ می سازد و قباب کمالات ایشان میگردود **ع** گر بگویم شرح این بے حد شود **الْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةُ تُنبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَتَمَّهَا وَآكَمَلَهَا مِنْهَا** حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در میان سایر انبیاء علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات تجلی ذاتی ممتاز است و باین دولت که فوق جمیع کمالات است مخصوص و کتمل تابعان اورا ازین مقام خاص نصیب است۔ گفته شود که برین تقدیر لازم می آید که کتمل این امت افضل باشند از سایر انبیاء و این خلاف معتقد اهل سنت و جماعت است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و این فضل نہ جزئیست تا بآن رفع شبہ کرده شود بلکه کلی است زیرا که تفاضل رجال بقرب الہی است جل سلطنتہ ہر فضیلتی کہ ہست دُونِ آن فضیلت است در جواب گوئیم کہ لازم نمی آید ازین کہ کتمل این امت را از ان مقام نصیب است وصول لہا بآن مقام و فضیلت مربوط بوصول است نہایت عروج کتمل این امت کہ خیر الامم است تا تحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضل جمیع بشر است بعد انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحمیات نہایت عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دُونِ جمیع انبیاء است عالیہ مافی الباب کتمل تابعان این امت را در مقام تحت از کمالات مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبر ایشانست علیہ الصلوۃ والسلام نصیب تمام است خادم ہر جا باشد اولش مخدوم باو خواهد رسید خادم دُور بطریق مخدوم آن یابد کہ نزدیکان را بیدولت خدمت میسر گردد۔ در قافلہ کہ اوست دائم نرسد

این بسکہ رسد ز دور بانگِ جرم باید دانست کہ مریدان را گاہ ہست کہ این تو ہم در حق
 پیران خود پیدا شود وصول مقامات پیران ایشان را در تخیل مساوات اندازد حقیقت معاملہ این
 است کہ مذکور شد حصول مساوات بر تقدیر وصول بآن مقامات است نہ بر تقدیر حصول آن
 مقامات کہ حصول طفیلی است از بنجا کسے گمان نکند کہ مرید مساوی پیر خود نباشد نہ چنین است
 بلکہ مساوات مجوز است بلکہ واقع لیکن فرق در میان حصول آن مقام و وصول بآن مقام دقیق
 است ہر مرید باین دولت مُہتد نیست کشفِ صحیح والہامِ صریح درین فرق در کار است وَاللّٰهُ
 سُبْحٰنَہُ الْمُلٰہِمُ بِالضَّوَابِّ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْہُدٰی مِنْہَا درویشے پرسید
 کہ سبب چیست کہ روندہ این راہ را حالتے زو میدہد و زمانے می ایستد و بعد از ان متواری می
 گردد و پس از مدتے باز همان حالت آشکار میشود و بعد از زمان باز متواری میگردد و ہکذا الی
 ما شاء اللّٰہ تعالیٰ جوابش آنست کہ آدمی را ہفت لطیفہ است و مدت دولت و سلطان ہر
 لطیفہ جدا است پس اگر واردے بر اللف لہمباؤ زود نمود و حالتے قوی نزول فرمود کلیت
 سالک برنگ آن لطیفہ متصنغ میگردد و آن حال در جمیع لطائف سرایت می کند و تا زمانے کہ
 دولت آن لطیفہ ثابت است آن حال بر پاست و چون دولت آن لطیفہ منقصد گشت آن
 حال زائل می شود و بعد از مدتے اگر آن حال رجوع نماید از دو حال خالی نیست یا بر همان لطیفہ
 اولی رجوع نماید درین وقت راہ ترقی بران سالک مسدودست و اگر بر لطیفہ دیگر وارد شد راہ
 ترقی مفتوح گشت و در ان لطیفہ دیگر نیز معاملہ لطیفہ اولی است چہ بعد از زائل شدن آن
 حال اگر همان حال رجوع نماید از دو حال سابق خالی نیست و ہکذا حال جمیع اللطائف پس
 اگر آن وارد در جمیع لطائف بطریق اصالتہ سریان نمود از حال بمقام انتقال فرمود و از زوال
 محفوظ گشت وَاللّٰهُ سُبْحٰنَہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ
 الْبَشْرِ وَالْاِطْہَرِ مِنْہَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ
 مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ الشَّرْیَئۃُ

قَيْدَ لِلْأَمْرِ بِالْأَكْلِ أَي كَلُّوا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِ مَارَزَقْنَاكُمْ إِنْ صَحَّ مِنْكُمْ أَنْ تَخْصُوهُ بِالْعِبَادَةِ وَلَوْلَمْ يَصِحَّ مِنْكُمْ ذَلِكَ بَلْ كُنْتُمْ عَابِدِي مُلْهِيَاتِ أَنْفُسِكُمْ فَلَا تَأْكُلُوا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِهِ لِكُونِكُمْ مَرْضَى بِالْمَرَضِ الْبَاطِنِيِّ وَالْمُسْتَلَذَّاتِ مِنَ الْمَرَزُوقَاتِ سَمٌّ قَاتِلٌ لَكُمْ وَإِذَا زَالَ الْمَرَضُ الْبَاطِنِيُّ مِنْكُمْ صَحَّ لَكُمْ تَنَاوُلُ الْمُسْتَلَذَّاتِ . فَسَرَّ صَاحِبُ الْكَشَافِ الطَّيِّبَاتِ هَهُنَا بِالْمُسْتَلَذَّاتِ نَظْرًا إِلَى طَلَبِ الشُّكْرِ مِنْهَا قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِ قَدَسَ اللَّهُ تَعَالَى أَسْرَارُهُمْ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ أَي الذَّنْبِ الَّذِي اكْتَسَبَ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ لِأَنَّ الْإِسْلَامَ يُحِبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَحَقِيقَةُ الْإِسْلَامِ هُوَ مَعْرِفَةُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى طَرِيقَةِ الصُّوفِيَّةِ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ فَيَجِبُ حُصُولُ هَذِهِ الْمَعْرِفَةِ الذُّنُوبِ الَّتِي كَانَتْ حَاصِلَةً قَبْلَهَا وَيُمْكِنُ أَنْ يُرَادَ بِالذَّنْبِ الذَّنْبِ الَّذِي يَحْصُلُ بَعْدَ هَذِهِ الْمَعْرِفَةِ فَيُرَادُ بِالذَّنْبِ الذَّنْبِ الصَّغِيرِ لَا الْكَبِيرِ لِأَنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ مُحْفُوظُونَ عَنْهُ وَعَدَمُ ضَرِّهِ بَعْدَ الْإِسْرَارِ وَالتَّدَارُكِ بِمَا فَضَلَ بِالتَّوْبَةِ وَالْأَسْتِغْفَارِ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ لَا يَضُرُّ عَنْهُ ذَنْبٌ لِأَنَّ عَدَمَ صُدُورِ الذَّنْبِ مَلْزُومٌ لِعَدَمِ ضَرِّهِ فَذَكَرَ لِلْإِسْرَارِ وَالْمَلْزُومِ وَمَا تَوَهَّمِ الْمَلَا حِدَةً مِنْ هَذِهِ الْعِبَارَةِ مِنْ أَنْ يُسَعَّ لِلْعَارِفِ ارْتِكَابُ الذُّنُوبِ لِعَدَمِ ضَرِّهَا فَبَاطِلٌ قَطْعًا وَ زَنْدَقَةٌ صَرِيحًا وَأَوْلِيكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَارْجُو مِنَ اللَّهِ الْكَرِيمِ الْوَاسِعِ مَغْفِرَتَهُ أَنْ لَا يَضُرُّهُ الذَّنْبُ الْمَكْتَسَبُ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ لِلْعَارِفِ الْمُتَحَقِّقِ بِحَقِيقَةِ الْإِسْلَامِ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ الذَّنْبُ مِنْ قَبِيلِ الْمَظَالِمِ وَحُقُوقِ الْعِبَادَةِ لِمَا هُوَ سُبْحَانَهُ الْمَالِكُ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَقُلُوبُ الْعِبَادِ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أَصَابِعِهِ يُقَلِّبُهَا

كَيْفَ يَشَاءُ وَ مُطْلَقُ الْإِسْلَامِ يَجِبُ مِنَ الذُّنُوبِ مَا سِوَى الْمَظَالِمِ وَ حُقُوقِ الْعِبَادِ كَمَا لَا يَخْفَى فَإِنَّ الْحَقِيقَةَ الشَّيْءِ وَ كَمَالِهِ مَزِيَّةٌ لَيْسَ لِمُطْلَقِهِ مِنْهَا حَقٌّ سِجَانَةٌ وَ تَعَالَى بِذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ سِتْ نَهْ بُو جُودِ بَخْلَافِ سَائِرِ مَوْجُودَاتِ كِهْ بُو جُودِ مَوْجُودِ نَدِ پَسِ اِحْتِيَاجِ اَوْ تَعَالَى دَرِ مَوْجُودِيَّتِ بُو جُودِ لَازِمِ نِيَايِدِ تَا كُو يِنْدِ وَ جُودِ اَوْ تَعَالَى عَيْنِ ذَاتِ اسْتِ نَهْ زَانْدِ تَا اِحْتِيَاجِ بَغَيْرِ لَازِمِ نِيَايِدِ وَ دَرِ اَثْبَاتِ عَيْنِيَّتِ وَ جُودِ مَرِ ذَاتِ رَا جِلِ سُلْطَانَهْ مَحْتِيَاجِ بَاوَدَهْ مَتَطَاوَلَهْ كَرْدِمِ وَ مَخَالَفَتِ كَرْدِهْ بَا شِيمِ مَرِ جُمهُورِ اِهْلِ سُنْتِ وَ جَمَاعَتِ رَا چِهْ اَيْنِ بَزُرْ كُو اَرَانِ بَعِيثِيَّتِ وَ جُودِ قَائِلِ نِيَسْتِنْدِ وَ جُودِ رَا زَانْدِ مِي دَرِ اَنْدِ وَ پُوشِيْدِهْ نِيَسْتِ كِهْ حَكْمِ بَزِيَا دَتِي وَ جُودِ مُسْتَلْزِمِ اِحْتِيَاجِ وَ اَجِبِ اسْتِ تَعَالَى وَ تَقْدِسِ بَغَيْرِ اَكْرُو جُودِ زَانْدِ وَ اَجِبِ رَا تَعَالَى وَ تَقْدِسِ مَوْجُودِ كُو نِيْمِ وَ اَكْرُو بَذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ كُو نِيْمِ وَ اَيْنِ وَ جُودِ رَا عَرْضِ عَامِ بَكِيْرِمِ هَمِ نَخْنِ جُمهُورِ مُتَكَلِّمِيْنَ اَهْلِ حَقِّ دَرِ سِتْ مِي كَرْدِ وَ هَمِ اِعْتِرَاضِ اِحْتِيَاجِ كِهْ مَخَالَفَانِ دَارِنْدِ بِالْكَلِيَّةِ دَفْعِ مِي شُودِ وَ فَرْقِ وَ اَضْحِ اسْتِ دَرِ مِيَا نِ اَنَكِهْ وَ اَجِبِ رَا تَعَالَى بِذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ كَفْتِنِ وَ اَصْلًا وَ جُودِ رَا دَخْلِ نَا دَا دِنِ وَ دَرِ مِيَا نِ اَنَكِهْ مَوْجُودِ بُو جُودِ كَفْتِنِ وَ اَنِ وَ جُودِ رَا عَيْنِ ذَاتِ اَثْبَاتِ كَرْدِنِ هَذِهِ الْمَعْرِفَةُ مِمَّا خَصَّنِي اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِهَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَلٰى ذٰلِكَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْهَا زِ خِصَالِصِ حَضْرَتِ وَ اَجِبِ اَلْوَجُودِ اسْتِ تَعَالَى وَ تَقْدِسِ كِهْ بِذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ بُو دِ وَ اَصْلًا دَرِ مَوْجُودِيَّتِ بُو جُودِ مَحْتِيَاجِ نَشُودِ بَرَابَرِ سِتْ كِهْ وَ جُودِ رَا عَيْنِ ذَاتِ بَكِيْرِمِ يَا زَانْدِ بَرِ ذَاتِ بَرِ هَرِ دُو تَقْدِيْرِ عَيْنِيَّتِ وَ زِيَا دَتِي مَحْذُورِ لَازِمِ اسْتِ وَ چُونِ حَضْرَتِ حَقِّ سِجَانَهْ وَ تَعَالَى رَا سُنْتِ بَرَانِ جَارِي شُدِهْ اسْتِ كِهْ هَرِ چِهْ دَرِ مَرْتَبَهْ وَ جُودِ سِتْ نُمُوْنَهْ اَنِ دَرِ هَرِ مَرْتَبَهْ اِمْكَانِ ظَا هِرِ سَا زِدِ عِلْمَهْ اَحَدٌ اَوْ لَمْ يَعْْلَمْهُ اَمْوُزِجِ اَيْنِ خَاصَهْ دَرِ عَالَمِ اِمْكَانِ وَ جُودِ رَا سَا خْتِهْ اسْتِ كِهْ وَ جُودِ هَرِ چِنْدِ مَوْجُودِ نِيَسْتِ وَ اَزِ مَعْقُولَاتِ ثَانِيَهْ اسْتِ اَمَّا اَكْرُو فَرَضِ كُنِيْمِ وَ جُودِ اُوْرَا پَسِ اَوْ مَوْجُودِ بِذَاتِ خُودِ خَوَا هِدِ بُو دِنِهْ بُو جُودِ دِيْگِرِ بَرِ خِلَافِ مَوْجُودَاتِ دِيْگِرِ كِهْ مَوْدِيَّتِهْ اَنِهَا بُو جُودِ مَحْتِيَاجِ اسْتِ وَ ذَوَاتِ اِنِهَا كَافِي نِيَسْتِ پَسِ هَرِ گَا هِ وَ جُودِ كِهْ اُوْرَا دَرِ مَوْجُودِيَّتِ اَشِيَا مَنْدِ خَلْفِهْ دَا دِهْ اِنْدِ اَكْرُو مَوْجُودِ شُودِ بِذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ خَوَا هِدِ بُو دِ وَ مَحْتِيَاجِ بُو جُودِ دِيْگِرِ خَوَا هِدِ بُو دِ خَالِقِ مَوْجُودَاتِ تَعَالَى

و تقدس بالاستقلال اگر بذات خود موجود شود و اصلاً بوجوحتاج نکرود چه عجب است و استبعاد بعیدان از بحث خارج است وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهَمُ لِلصَّوَابِ اگر کسی گوید که مراد حکما و اشعریہ و بعضی متصوفہ کہ بعینیت وجود مرذات را قائل گشته اند همانست کہ تو آنرا گفته در معرفت سابق کہ واجب وجود موجود است تعالی و تقدس بذات خود نہ بوجود پس معنی این کلام کہ موجود است بوجودے کہ عین ذات است آنست کہ موجود است بذات خود نہ بوجود در جواب گوئیم کہ برین تقدیر خلاف اہل سنت با ایشان درین مسئلہ در برابر نمی افتد بایستہ کہ اہل حق برین تقدیر در تقابل ایشان می گفتند کہ او تعالی بوجود موجود است نہ بذات اثبات زیادتی وجود برین تقدیر مستدرک است پس اثبات زیادتی وجود را دلالت بران شدہ کہ خلاف فریقین در نفس وجود نیست بلکہ در وصف اوست کہ عینیت و زیادتی باشد یعنی ہر دو فریق قائل اند بآنکہ او تعالی بوجود موجود است خلافتی ندارند مگر در عینیت و زیادتی آن اگر گویند کہ چون واجب الوجود تعالی و تقدس بذات خود موجود باشد پس واجب را تعالی موجود گفتن بکدام معنی باشد چہ معنی موجود ما قام بہ الوجود است وَلَا وَجُودَ هُنَا اصْلاً جواب گوئیم کہ آری وجود یکہ ذات واجب تعالی و تقدس بآن موجود شود در واجب تعالی مفقود است لہذا وجود یکہ بطریق عرض عام بر ذات او تعالی مقول شود و بطریق اشتقاق محمول گردد اگر باعتبار قیام آن وجود واجب را تعالی موجود گویند گنجائش دارد بیچ محذور لازم نیاید والسلام منها ہرگز نہ پرستیم خدائے را کہ در حیثہ شہود آید و مرئی گردد و معلوم شود در وہم و خیال گنجد چہ مشہود و مرئی و معلوم و موہوم و متخیل در رنگ شاہد و رانی و عالم و وہم و متخیل مصنوع و محدث است۔ ع آن لقمہ کہ در دہان نکلند طلبیم۔ مقصود از سیر و سلوک خرقی جب است جب و جوبی باشد یا مکانی تا وصل عریانی میسر آید نہ آنکہ مطلوب را در قید آرند و صید نمایند۔ عناقشکار کس نشود دام باز چین کا بنجا ہمیشہ باد بدست است دام را۔ بَقِيَ أَنَّ الرُّؤْيَا لِي الْآخِرَةَ حَقٌّ نُوْمَنُ بِهِ وَلَا نَشْتَعِلُ بِكَيْفِيَّتِهِ لِقُصُورِ فَهْمِ الْعَوَامِ عَنْ دَرْكِهِ لَا لِعَدَمِ ادْرَاكِ الْخَوَاصِ

فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيبًا مِّنْ ذَلِكَ الْمَقَامِ فِي الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ يُسَمَّ رُؤْيَا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ
 اتَّبَعَ الْهُدَى - **منها** ہرچہ در دید و دانش می آید مقید است و از صرافت اطلاق منزل و مطلوب
 آنست کہ از جمیع قیود منزہ و مبرا باشد پس ماورائے دید و دانش او را باید جست این معاملہ
 ورائے طور نظر عقل است چہ عقل ماورائے دید و دانش را جستن محال میدانند۔ **راز**
 درون پرده زرنندان مست پرس کین حال نیست صوفیہ عالی مقام را۔ **منها** مطلق بر
 صرافت اطلاق خود است ہیچ قیدے باورہ نیافتہ است اما چون در مرآت مقید ظہور فرماید عکس
 او با حکام آن مرآت منصب گشتہ مقید و محدود نماید لا جرم در دید و دانش آید پس اکتفا بر دید و دانش
 اکتفا بر عکسے است از عکس آن مطلوب بلند ہمتان بجوز و مویز سیر نشوند اِنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَہٗ
 يُحِبُّ مَعَالِيَ الْهَمَمِ جَعَلْنَا اللّٰهَ سُبْحٰنَہٗ مِنْ مَعَالِيَ الْهَمَمِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ
 عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اِلٰهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ **منها** در او اکل حال می بینم کہ در مکانے
 طواف می کنم و جمعے دیگر نیز با من در ان طواف شریک اند اما بطوے سیر آن جماعہ بحدیست کہ تا
 من یک دور طواف را بانجام میرسانم آن جماعہ دوسہ قدم مسافت را قطع می نمایند در ان اثنا
 معلوم میگردد کہ این مکان فوق العرش است و جماعہ طواف کنندگان ملائک کرام اند۔ **علی**
نبینا و علیہم الصلوات و التسلیمات و اللہ یختص بر رحمۃ من یشاء و اللہ
ذو الفضل العظیم۔ **منها** قباب اولیاء اللہ صفات بشریت ایشان است بہرچہ سائر
 مردم محتاج اند این بزرگواران نیز محتاج اند ولایت ایشان را از احتیاج نمی برآرد و غضب ایشان
 نیز در رنگ غضب سائر مردمست ہر گاہ سید الانبیاء علیہ و علیہم الصلوات
 و التسلیمات فرماید **اغضب کما یغضب البشر باولیاء** چہ رسد وہم چنین این
 بزرگواران در اکل و شرب و معاشرت با اہل و عیال و موافقت با ایشان با سائر ناس شریک اند
 تعلقات شتے کہ از لوازم بشریت است از خواص و عوام زائل نمی گردد۔ و حق سبحانہ و تعالیٰ در
 شان انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات می فرماید **وَمَا جَعَلْنَاہُمْ جَسَدًا لَّا**

يَا كُلُّونَ الطَّعَامَ وَكَفَارِطَاهِرِينَ مِي كَفْتَنَدَمَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَا كُلُّ الطَّعَامِ وَ يَمْشِي فِي
الْأَسْوَاقِ پس ہر کہ نظر او بر ظاہر اہل اللہ افتاد محروم گشت و خسران دنیا و آخرت نقد وقت او
آمد۔ ہمیں ظاہر بنی ابو جہل و ابولہب را از دولت اسلام محروم ساخت و در خسران ابدی
انداخت۔ سعادت مند آنست کہ نظر او از ظاہر بنی اہل اللہ کوتاہ گشت و حدت نظر او صفات
باطنہ این بزرگواران نفوذ کرد و بر باطن مقصور گشت فَهْمُ كَنْبِلٍ مِصْرَ بَلَاءٍ لِلْمَحْجُوبِينَ
وَمَا لِلْمَحْجُوبِينَ عَجَبُ كَارِيَّتِ صِفَاتِ بَشَرِيَّةِ أَنْقَدَرَ كَهْ دَرِ اٰهْلِ اللّٰهِ ظَاهِرِي كَرُو دَر سَا رَ
مردم ظاہر نیست و چشم آنست کہ ظلمت و کدورت در محل ہموار و مصفا اگر چہ اندک باشد بیشتر
ہوید امی گردد از آنچه در محل ناہموار و غیر مصفا اگر چہ بیشتر باشد لیکن ظلمت صفات بشریت در
عوام در کلیت سرایت میکند و در قالب و قلب و روح می دود و در خواص این ظلمت مقصور بی
قالب و نفس ست و در اخص خواص نفس نیز ازین ظلمت مبرا است مقصور بر قالب است
و بس۔ و ایضا این ظلمت در عوام موجب نقصان و خسارت است و در خواص موجب کمال و
نضارت ہمیں ظلمت خواص ست کہ ظلمتہائے عوام را زائل می گرداند قلبہائے ایشان را تصفیہ می
نمخند و نفسہا را تزکیہ میدہد اگر این ظلمت نئے بود خواص را بعوام پیچ مناسبت نمی کشد و راہ افادہ و
استفادہ مسدود می نمود و این ظلمت در خواص آنقدر نئے ایستد کہ مگر سازد بلکہ ندامت و
استغفار کہ در قفائے او دست میدہد چندین ظلمت و کدورت دیگر را ہم زواید و ترقیات میسر ماید
ہمیں ظلمت است کہ در ملائک مفقود است و بسبب آن راہ ترقی مسدود و اسم ظلمت بروے از
قبیل مدح بِمَا يُشْبِهُ الدَّمَّ ست عوام کالانعام صفات بشریت اہل اللہ را در رنگ صفات
بشریت خود میدانند و محروم و مخذول سے مانند قیاس غائب بر شاہد فاسد است ہر مقام را
خصوصیات علاحدہ است و ہر محل را لوازم جدا وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْعَزْمُ
مُعَابَقَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اِلٰهِ الصَّلٰوٰثِ وَالْعُسْلِيْمٰثِ صَفْحَا آدٰی تَارِيْمٰيْكِه
گرفتا علم و دانش ست و بنقوش با سوائے منتقل خواری و بے اعتبار ست۔ لیکن با سوائے شرط راہ

است و فناء ماعداً اقدم پیشگاه تا آئینہ باطنی از زنگار امکان زووده نگرود و ظهور حضرت و جوب
 محال است چه جمع علوم امکانی با معارف و جوبی از قبیل جمع اضداد است اینجا سوائے ست قوی
 و آن آنست که چون عارف را بہ بقا مشرف می سازند و برائے تکمیل ناقصان باز می گردانند
 علومیکہ زائل شدہ بود عود می نماید برین تقدیر علوم امکانی با معارف و جوبی جمع می گردند و تو آن
 را جمع ضدین گفته جوابش آنست کہ عارف باقی باللہ درین وقت حکم برزحیت پیدا کردہ ست
 گویا برزخ است بَيْنَ الْجُودِ وَالْإِمْكَانِ وَ مَنْصِبِ بَرَنگ ہر دو مقام درین صورت اگر
 علوم و معارف ہر دو مقام جمع شوند چه اشکال زیرا کہ محل اجتماع ضدین واحد نماید بلکہ گویا متعدد
 گشتہ است فَلَا جَمْعَ مِنْهَا علوم اشیاء کہ در مرتبہ فنا زائل شدہ بودند بعد از بقا اگر رجوع
 نمایند نقصی در کمال عارف لازم نیاید بلکہ کمال اوست درین رجوع بلکہ تکمیل او مربوط بہمین
 رجوع است چه عارف بعد از بقا متخلق با خلق اللہ است علم اشیاء در واجب تعالی عین کمال
 است و ضد آن موجب نقصان۔ فَكَذًا حَالُ الْعَارِفِ الْمُتَخَلِّقِ وَالسِّرُّ فِيهِ أَنَّ الْعِلْمَ
 فِي الْمُمْكِنِ يَحْضُلُ بِحُضُورِ صُورَةِ الْمَعْلُومِ فِيهِ فَلَا جَرَمَ يَتَأَثَّرُ الْعَالِمُ
 بِحُضُورِ صُورَةِ الْمَعْلُومِ فِيهِ وَ كَلَّمَا كَانَ الْعِلْمُ أَزِيدَ كَانَ التَّأَثُّرُ فِي الْعَالِمِ
 أَكْثَرَ فَيَكُونُ التَّغْيِيرُ وَ التَّلَوُّنُ فِيهِ أَوْسَعَ وَ أَبْسَطَ فَيَكُونُ نَقْصًا فَلأَبَدَ لِلطَّالِبِ
 مِنْ نَفْسِي هَذِهِ الْعُلُومُ كُلُّهَا وَ نِسْيَانِ الْأَشْيَاءِ جُلِّهَا وَ الْعِلْمُ فِي الْوَاجِبِ تَعَالَى
 لَيْسَ كَذَلِكَ إِذْهُوَ سُبْحَانَهُ مُنْرَةٌ مِنْ أَنْ يُحَلَّ فِيهِ صُورَةُ الْأَشْيَاءِ الْمَعْلُومَةِ بَلْ
 يَنْكَشِفُ الْأَشْيَاءَ عَلَيْهِ تَعَالَى بِمَجْرَدِ تَعَلُّقِ الْعِلْمِ بِهَا فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَتَغَيَّرُ
 بِذَاتِهِ وَ لَا بِصِفَاتِهِ وَ لَا فِي أَعْمَالِهِ بِحُدُوثِ الْأَكْوَانِ وَ الْعَارِفِ الْمُتَخَلِّقِ يَصِيرُ
 عِلْمُهُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَلَا يَحُلُّ فِيهِ صُورَةُ مَعْلُومَاتِ الْأَشْيَاءِ فَلَا تَأَثُّرُ فِي حَقِّهِ فَلَا
 تَغْيِيرَ وَ لَا تَلَوُّنَ فَلَا يَكُونُ نَقْصًا بَلْ كَمَالًا هَذَا السِّرُّ مِنْ غَوَامِضِ الْأَسْرَارِ
 الْإِلَهِيَّةِ خَصَّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِبَرَكَاتِهِ حَبِيبِهِ عَلَيْهِ

وَعَلَىٰ إِلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ أَتَمُّهَا وَأَكْمَلُهَا - مِنْهَا أَيْ دَرُوشِ رَادِر
دوازدهم سال از ابتدای زمان انابت بمقام رضا مشرف ساختند - اَوَّلِ نَفْسٍ رَابِعًا طَمِينًا
رسانیدند بعد از آن بتدریج محض فصل ایزدی باین سعادت مستعد ساختند و باین دولت
مشرف نشد تا زمانیکه پرتوے از رضای آن حضرت جل سلطانه بر تافت - كَرَضِيَّتِ
النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةُ عَنْ مَوْلَاهَا وَرَضِيَ مَوْلَاهَا عَنْهَا الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى
ذَلِكَ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ كَمَا يَحْرَىٰ أَيْ كَرَضِيَّتِ كَرَضِيَّتِ
از مولاے خود پس معنی دُعا و طلب دفع بلا چه باشد - گوئیم که رضا از فعل مولاے تعالی مستلزم
رضا از مخلوق او نیست بلکه بسا است که رضا از مخلوق مستفصح باشد در رنگ کفر و معاصی پس رضا از
خلق قبیح لازم باشد و کراهت از نفس قبیح واجب - هر گاه مولا از نفس قبیح راضی نباشد بنده چگونه
راضی شود بلکه بنده درین صورت مامور بشدت و غلظت است پس کراهت از مخلوق منافی رضا
از خلق آن نباشد پس طلب دفع بلا را معنی مستحسن باشد و جمعی که فرق نکرده اند در میان رضا از
فعل و کراهت از مفعول در وجود کراهت بعد از حصول رضا در اشکال مانده اند و در دفع آن
تکلفات نموده اند و گفته اند که وجود کراهت منافی حال رضا است نه مقام رضا - وَالْحَقُّ مَا
حَقَّقْتَهُ بِالْهَامِ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - مِنْهَا مَدَّة
آرزوے آن داشت که وجهی پیدا شود و جبهه در مذہب حنفی تا در خلف امام قرآن فاتحه نموده آید
هر گاه قرأت در نماز فرض باشد از قرأت حقیقی عدول نموده بقرات حکمی قرار دادن معقول نمی شد
با آنکه در حدیث نبوی آمده علیه الصلوة والسلام لا صلوة الا بفاتحة الكتاب اما
بواسطه رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت میکرد - و این ترک را از قبیل ریاضت و مجاہدہ
می شمرد آخر الامر حضرت حق سبحانه و تعالیٰ ہر کس را رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد است
حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت و قرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت

زیبا تر نمود که امام و ماموم ہمہ با اتفاق در مقام مناجات می ایستند لَانَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِي رَبَّهُ
و امام را درین امر پیشوا می سازند۔ پس امام ہر چہ می خواند گویند زبانی قوم می خواند در رنگ
آنکہ جماعہ پیش پادشاہ عظیم الشان بحاجتہ روند و یکے را پیشوا سازند تا از زبان ہمہ لہنہا عرض
حاجت نماید برین تقدیر اگر دیگران نیز با وجود تکلم پیشوا در تکلم آیند داخل سوء ادبست و
موجب عدم رضائے پادشاہ پس تکلم حکمی این جماعہ کہ بزبان پیشوا ادا می یابد بہتر است از تکلم
حکمی لہنہا ہم چنین است حال قرأت قوم با وجود قرأت امام کہ داخل شغب است و از ادب
مستبعد و موجب تفرق کہ منافی اجتماع است و اکثر مسائل خلائی میان حنفی و شافعی ازین قبیل
است کہ ظاہر و صورت مرجح بجانب شافعی است و باطن و حقیقت مؤید مذہب حنفی و برین فقیر
ظاہر ساختہ اند کہ در خلائیات کلام حق بجانب حنفی است تکوین را از صفات حقیقیہ میدانند
ہر چند بظاہر رجوع بقدرت و ارادت مینماید لیکن بدقت نظر و نور فراست معلوم میگردد کہ تکوین
صفت علاحدہ است علی هذا القیاس و در خلائیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی
متیقن است و در اقل متردد و این فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیہ و علی الہ
الصلوات و التسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتہدان علم کلامی از ان وقت در ہر
مسئلہ از مسائل کلامیہ این فقیر را رائے خاص است و علم مخصوص در اکثر مسائل خلائیہ کہ ماتریدیہ
و اشاعرہ در انجا متنازع اند در ابتدائے ظہور آن مسئلہ حقیقت بجانب اشاعرہ مفہوم میگردد و
چون بنور فراست حدت نظر نمودہ می آید واضح می گردد کہ حق بجانب ماتریدیہ است در جمیع
مسائل خلائیہ کلامیہ رائے این فقیر موافق آرائے علمائے ماتریدیہ است و الحق کہ این
بزرگواران را بواسطہ متابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ شان
عظیم است کہ مخالفان ایشان را بواسطہ خلط فلسفیات آن شان میسر نیست اگر چہ ہر دو فریق
از اہل حق اند علو شان امام بزرگ ترین این بزرگواران امام اجل پیشوائے اکمل ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالی عنہ چہ نویسند کہ اعلم و ادرع و اتقائے مجتہدین است چہ شافعی و مالک و چہ

احمد حنبلی۔ امام شافعی میفرماید اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنِيفَةَ منقول است کہ امام شافعی چون بزیارت قبر امام اعظم میرفت ترک اجتهاد خودی کرد و برائے خود عمل نمی نمود وی گفت کہ شرم می آید کہ در حضور ایشان عمل برائے خود بکنم کہ مخالف رائے ایشان باشد ترک قرأت فاتحہ خلف الامام می نمود و قنوت در فجر نمی خواند آری بزرگی شان ابی حنیفہ را شافعی داند فردا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرماید بزمذہب ابی حنیفہ عمل خواهد کرد چنانکہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در فصول ستہ میفرماید و ہمین بزرگی ایشان را کافی است کہ پیغمبر اولی العزم بزمذہب او عمل نماید صد بزرگی دیگر را باین بزرگی عدیل نمی توان یافت حضرت خواجہ نامیفرمودند قدس سرہ کہ چند گاہ من ہم خلف امام قرأت فاتحہ می نمودم آخر الامر شبے امام اعظم را در خواب دیدم کہ قصیدہ غزادر مدح خود میخواند و این مضمون مستفادی گردد کہ چندین اولیاء در مذہب من بوده اند از ان وقت ترک قرأت فاتحہ خلف امام نمودم۔

منها گاہ باشد کہ کالمے ناقص را اجازت تعلیم طریقت میکند در ضمن اجتماع مریدان آن ناقص کار آن ناقص با تمام می رسد حضرت خواجہ نقشبند مولا نا یعقوب چرخ علیہ الرحمۃ را پیش از وصول بدرجہ کمال اجازت تعلیم طریقت فرموده بودند و گفته بودند کہ اے یعقوب آنچه از من بتو رسیده است بمردم برسان و کار مولا نا بعد از ان در خدمت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ سرانجام یافت لهذا خدمت مولا نا عبد الرحمن جامی در فحاحات مولا نا را اول از مریدان خواجہ علاء الدین عطاری شمر دو ثانیاً بخواجہ نقشبند نسبت می کند و ازین قبیل است کالمے مرید را کہ استعداد یک درجہ از... بات و ایت... اردو بعد از حصول آن درجہ آن مرید را اجازت تعلیم طریقت مینند و آن مرید... و بہ... است و من وجہ ناقص و ہم چنین است حال مرید یکہ استعداد دو درجہ یا سه درجہ از درجات ولایت دارد من وجہ کاملست و من وجہ ناقص چه پیش از رسیدن بہ ایت نہایت ہمہ درجات از یک وجہ کمال دارد و از یک وجہ دیگر ناقص مصلحتک شیخ کامل او را بعد از حصول مرچہ... اجازت تعلیم طریقت میکند پس اجازت

موقوف بر کمال مطلق نهد باید دانست که نقص هر چند منافی اجازت است اما چون کامل مکمل ناقص را نائب خودی سازد و دست او را دست خودی داند ضرر نقص تعدی نمی نماید و اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُورِ كُلِّهَا مِنْهَا یادداشت عبارت از دوام حضور حضرت ذات تعالی و تقدس و این معنی گاه است که مرار بار بقلوب را نیز متخیل شود بواسطه جامعیت قلب زیرا که هر چه در کلیت انسان است در قلب تنها نیز ثابت است هر چند فرق اجمال و تفصیل است پس در مرتبه قلب نیز حضور ذات تعالی و تقدس بر سبیل دوام میسر شود اما این معنی صورت یادداشت است نه حقیقت یادداشت و اندراج نهایت در بدایت تواند بود که باین که صورت یادداشت است اشارت فرموده باشند و حصول حقیقت یادداشت بعد از تزکیه نفس و تصفیه قلب است لیکن اگر مراد از حضرت ذات مرتبه و جوهر داشته شود که ذات در آن مرتبه جامع صفات و جوهریه است پس حصول یادداشت بجز در رسیدن بشهود این مرتبه این مرتبه بعد از طے جمیع مراتب امکانی صورت می بندد و در تجلیات صفاتی نیز این معنی متحقق می شود که ملاحظه صفات درین تقدیر منافی حضور حضرت ذات تعالی نیست و اگر مراد از حضرت ذات تعالی مرتبه احدیت مجرده داشته شود که معر است از اسماء و صفات و نسب و اعتبارات پس حصول یادداشت بعد از طے جمیع مراتب اسمائی و صفاتی و نسبی و اعتباری متصور شود و این فقیر هر جا که بیان کرده است یادداشت را بمعنی آخر فرود آورده هر چند اطلاق حضور در آن مرتبه ملائم نیست کَمَا لَا يَخْفَى عَلَىٰ اَرْبَابِهِۦٓ اَوْ اَوْ اَوْ اَوْ غَيْبٌ بَلِنْدَا اِسْتِ اِطْلَاقِ حُضُورِ اِمْلَاطِ صَفْتِ اِز صَفَاتِ دِرْكَارِ اِسْتِ اِنْجِهْ مَنَاسِبِ لِفْظِ حُضُورِ اِسْتِ تَفْسِيرِ يَادِدَا اِسْتِ بِمَعْنَى ثَانِي سْتِ و بَرِيْنِ تَقْدِيرِ يَادِدَا اِسْتِ رَا نِهَآئِیْتِ كَقْفَتْنِ بَا اِعْتِبَارِ شَهُودِ حُضُورِ سْتِ كَه فَوْقِ اِیْنِ مَرْتَبَهٗ شَهُودِ حُضُورِ رَا اِنْجَآئِشِ نِیْسْتِ یَا حَیْرَتِ سْتِ یَا جَهْلِ یَا مَعْرِفَتِ نَه اَنْ مَعْرِفَتِ كَه تُو اَنْزَا مَعْرِفَتِ دَانِی كَه اَنْ مَعْرِفَتِ تُو مَعْرِفَتِ اَفْعَالِی اِسْتِ و صَفَاتِی دَا اِیْنِ مَقَامِ فَوْقِ مَعْرِفَتِ اِسْمَاءِ و صَفَاتِ سْتِ بِنْدِیْنِ مَرَا حِلِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْبَشَرِ و عَلٰی اِلٰهِ الْاَطْهَرِ مِنْهَا تمامی این طریق و وصول

بہاویۃ النہایت مربوط بلکہ مقامات عشرہ مشہور است کہ اولش توبہ است و آخرش رضا چچ
مقامے در مراتب کمال فوق مقام رضا متصور نیست حتی کہ رویت اخروی نیز و حقیقت مقام
رضا کما یغنی در آخرت ظہور خواهد یافت و حصول مقامات دیگر در آخرت متصور نیست توبہ آنجا
معنی ندارد و زہد گنجائش ندارد و توکل صورت نہ بند و صبر احتمال ندارد آری شکر ہر چند در انجا
متحقق است اما آن شکر از شعب رضا است نہ امر مباین از رضا اگر پرسند کہ در کامل و مکمل گاہ
ہست کہ رغبتے در دنیا مفہوم می گردد و منافی توکل چیز ہا دیدہ می شود و بی طاعتی کہ منافی صبر است
مشہود می گردد و کراہت کہ ضد رضا است یافتہ میشود و وجہ آن چہ باشد در جواب گوئیم کہ حصول
این مقامات مخصوص بہ قلب و روح است و نسبت باصل خواص این مقامات در نفس مطمئنہ نیز
حصولی می یابد اما قالب ازین معنی خالی و بے نصیب است ہر چند از سورت و ہدایت میماند۔
فخصی از شبلی پرسید کہ تو دعوی محبت می کنی و این فرم کنی تو منافی محبت است شبلی در جواب او این شعر
خواند ۔ أَحَبُّ قَلْبِي وَمَا دَرِي بَدَنِي وَلَوْ دَرِي مَا أَقَامَ فِي السَّمَنِ پس منافی
آن مقامات اگر در قالب کامل ظہور کند ضرر ندارد در حصول آن مقامات نسبت باطن آن
بزرگ و در غیر کامل نقائص آن مقامات در کلیت ظہور میکند باطن و ظاہر را غیب دنیا میگرد و
منافی توکل صورت و حقیقتے اورا شامل می شود و بقلب و قالب بی طاعتی و اضطراب ظہور می نماید و
بروح و بدن کراہت ظاہری گردد و ہمین چیز ہا است کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ قباب
اولیائے خود ساخته است و اکثر مردم را از کمالات این بزرگواران محروم داشته و در ابقائے آن
چیز ہا در اولیاء حکمے است غامض و آن عدم امتیاز حق است از باطل کہ از لوازم این داراست کہ
محل امتلا است و حکمتے دیگر در ابقائے این اشیاء در اولیاء اگر چہ بحسب صورت باشد ترقی
یہا نیست اگر این اشیاء از اولیاء بالکل مرفوع شود و ترقی مسدود می گردد و در رنگ ملک مجوس
می نما شد و السلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفى عليه و علی الہ
المصطفى و الصلوات و التسلیمات علیہا و اکملہا منہا الہی جوست ایگدا اولیائے خود را

کردی که باطن ایشان زلالِ خضر است هر که قطره از ان چشید حیاتِ ابدی یافت و ظاهر ایشان سمِ قاتلِ هر که بآن نگرست بموتِ ابدی گرفتار آمد ایشانند که باطن ایشان رحمت است و ظاهر ایشان زحمت باطن بین ایشان از ایشان است و ظاهر بین ایشان از بدکیشان بصورتِ جو نما آند و حقیقت گندم بخش بظاہر از عوام بشر آند و باطن از خواصِ ملک بصورت بر زمین آند و بمعنی بر فلکِ جلیسِ ایشان از شقاوت رسته است و انیسِ ایشان سعادت پیوسته اُولئک حِزْبُ اللّٰهِ اِلَّا اِنْ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ وَ سَلَّمَ مِنْهَا حضرت حق سبحانه و تعالی اولیاء اللہ بر نیچے مستور ساخته است که ظاهر ایشان از کمالاتِ باطن ایشان خبر ندارد فکیف ما عا داتے ایشان باطن ایشان را نسبتے که بر مرتبهٔ بیچونی و نیچگونی حاصل گشته است نیز بیچونست و باطن ایشان چون اند عالم امر است نیز نصیبے از بیچونی دارد و ظاهر که سراسر چونست حقیقت آنرا چه در یابد بلکه نزدیک است که از نفس حصول آن نسبت انکار نماید بِغَايَةِ الْجَهْلِ وَ عَدَمِ الْمُنَاسَبَةِ و تواند بود که نفس حصول نسبت را داند اما نداند که متعلق آن کیست بلکه بسا است که نفی متعلق حقیقی او نماید وَ كَلُّ ذَلِكَ لِغُلُوِّ تِلْكَ النِّسْبَةِ وَ ذُنُوِّ الظَّاهِرِ وَ باطن خود مغلوب آن نسبت است و از دید و دانش رفته است چه داند که چه دارد و بکه دارد و پس ناچار غیر از عجز از معرفت بمعرفت راه نه باشد لهذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ فرمود الْعَجْزُ عَنْ دَرَكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكُ نَفْسِ الْاِدْرَاكِ عِبَارَتٌ اِزْ نِسْبَتِ خَاصَّةٍ اِسْتِ لَازِمٌ اَنْ صَاحِبُ الْاِدْرَاكِ مَغْلُوبٌ لَا يَعْلَمُ اِدْرَاكَهُ وَ غَيْرُهُ لَا يَعْلَمُ حَالَهُ كَمَا مَرَّ مِنْهَا شَخْصٌ يُوَدِّرُ لِبَاسِ صُوفِيَانِ كَمَا بَدَعَتْ اِعْتِقَادِي بَتَلَا بُوْدِ اِيْنِ فَقِيْرٍ دَرِ حَقِّ اُوْتَرُوْدِ اِسْتِ اِتْفَاقِي بِيْنِمُ كَمَا اَنْبِيَاءُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ تَسْلِيْمَاتُهُ عَلَيْهِمْ بِاَجْمَعِهِمْ جَمْعٌ اِنْدُوْهَمُ بِزَبَانِ وَاَحَدِي فَرْمَايَنْدِ دَرِ حَقِّ اَنْ شَخْصٌ كَمَا لَيْسَ مِنْهُ دَرِ اِيْنِ اِثَابِ خَاطِرِ رَسِيْدِ كَمَا اِزْ شَخْصٌ دِيْگَرِ كَمَا فَقِيْرٍ دَرِ حَقِّ اُوْتَرُوْدِ بُوْدِ اِسْتِغْفَارِ نَمَايِدِ دَرِ مَادِهِ اُوْتَرُوْدِ كَمَا اِنْ مِنْهُ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ وَ مِنْ

طَعْنِ أَنْبِيَائِهِ الْأَمْجَادِ مِنْهَا بَرِّينَ فَقِيرَ ظَاهِرٍ سَاحَتَهُدِ كَلْفِظِ قُرْبٍ وَمَعْنِيَّتِهِ وَاحِلَظِهِ حَقِّ سَجَانَهُ
 كِه در قرآن مجید واقع شده است از جمله تشابهات قرآنی است در رنگ وید ووجه و هم چنین
 است لفظ اول و آخر و ظاهر و باطن و امثال آنها پس حق سبحانه و تعالی را قریب گوئیم اما معنی
 قرب ندانیم که چیست و هم چنین اول گوئیم اما ندانیم که مراد از اول چه باشد و معنی قرب و
 اولیت که در حیطه علم و فهم ما در اید حق سبحانه و تعالی از ان منزّه و برتر است و آنچه در کشف و شهود
 ما گنجد او تعالی از ان متعالی و پاک است و قرب و معیت او تعالی که بعضی از مفسرین بطریق
 کشف در یافته اند و بان معنی کشفی حق را سبحانه قریب و مع میدانند مستحسن نیست قدمی در
 مذہب مجسمه دار و آنچه بعضی از علماء در تاویل آن گفته اند و از قرب، قرب علمی مراد داشته اند در
 رنگ تاویل ید است بقدرت و وجه است بذات و مجوز است نزدیک مجوز ان تاویل و ما تجویز
 تاویل نمی کنیم و تاویل آنرا بعلم حق سبحانه حواله می نماییم۔ اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ
 وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی مِنْهَا اِن فقییر نماز وتر را گاہے در اول شب ادا می کرد و
 گاہے با آخر شب میگزاشت در شبے از شبها نمودند که در صورت آخر ادا نئے نماز وتر چون مُصلی
 بخواب رود و نیت دارد که در آخر شب وتر را ادا خواهد نمود کتبه اعمال حسنات او تمام شب
 حسنات را بنام او می نویسند تا زملیکه وتر را ادا نماید پس هر چند وتر را تا خیرتر ادا نماید بهتر باشد مع
 ذلک این فقییر را در تعجیل و تاخیر وتر غیر از متابعت سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰات والتسلیمات
 هیچ چیز منظور نیست و هیچ فضیلت را بمتابعت عدیل نمی اندازد و حضرت رسالت وتر را وتر را
 گاہے اول شب ادا فرموده اند و گاہے آخر شب سعادت خود را در ان می دانند که در امرے از
 امور از کتبه بان سرور نماید علیہ وآلہ الصلوٰة والسلام اگر چه آن کتبه بحسب صورت باشد۔ مردم
 در بعضی سنن نیت احوالے لیل و مثل آن را داخل می دهند عجب می آید از کوتاہ اندیشی ایشان هزار
 احوالے لیلی را به نهم جو نخریم۔ عشره آخیر ماه رمضان را اعتکاف نشستنم باران را جمع کرده کلیم
 که غیر از متابعت نیت دیگر کتبه که تعجل و اظهار حاجت نماید بود صد گرفتاری را بحصول یک

متابعت قبول داریم اما ہزار تجمل و انقطاع را بے تو سل متابعت قبول نداریم۔ آنرا کہ در
سرای نگار است فارغست از باغ و بوستان و تماشاے لاله زار رَزَقْنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
کَمَالٍ مُّتَابَعْتِهِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اِلٰهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتْمَهَا وَاكْمَلَهَا مِنْهَا
وقتے از اوقات با جمعے از درویشان نشسته بودیم این فقیر از محبت خود کہ نسبت بغلامان آن سرور
داشته عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اِلٰهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ چنین گفت کہ محبت آن سرور بر نبجے
مستولے شده است کہ حق سبحانہ و تعالیٰ را بواسطہ آن دوست می دارم کہ ربّ محمد (صلی اللہ
است حاضران ازین سخن در تحیر ماندند اما مجال مخالفت نداشتند این سخن نقیض سخن رابعہ است کہ
گفتہ آن سرور در خواب گفتیم کہ محبت حق سبحانہ و تعالیٰ بر نبجے استیلا یافته است کہ محبت شمارا
جانمانده است این ہر دو سخن ہر چند از سکر خبر میدہد لکن سخن من اصالت دارد و در عین سخن سکر
گفتہ و من در ابتداء صحو و سخن او در مرتبہ صفاتست و سخن من بعد از رجوع از مرتبہ ذات زیرا کہ
در مرتبہ ذات تعالیٰ این قسم محبت را گنجایش نیست جمیع نسب را از ان مرتبہ کوہی است آنجا ہمہ
حیرت است یا جہل بلکہ بذوق نفی محبت در ان مرتبہ می کند بچج وجه خود را شایان محبت اونمی
داند محبت و معرفت در صفاتست و بس محبت ذاتی کہ گفتہ اند مراد از ان ذات احدیت
نیست بلکہ ذات با بعضی از اعتبارات ذات است پس محبت رابعہ در مرتبہ صفات است وَاللّٰهُ
سُبْحَانَهُ الْمُلْهَمُ لِلصَّوَابِ وَالصَّلْوَةِ وَالسَّلَامِ عَلَىٰ سَيِّدِ الْبَشَرِ وَاِلٰهِ الْاَطْهَرِ
منہا شرافت علم باندازہ شرف و مرتبہ معلومست معلوم ہر چند شریف تر علم آن عالی تر
پس علم باطن کہ صوفیہ بان ممتاز اند اشرف باشد از علم ظاہر کہ نصیب علمائے ظواہرست بر
قیاس شرافت علم ظاہر بر علم حجامت و حیاکت پس رعایت آداب پیر کہ علم باطن را از واخذ
کنند باضعاف زیادہ باشد از رعایت آداب استاد کہ علم ظاہر از واخذ استفادہ نمایند و ہم چنین
رعایت آداب استاد علم ظاہر باضعاف زیادہ است از رعایت آداب حجام و حانک و ہمین
تفاوت در اصناف علوم ظاہری جاریست استاد علم کلام و فقہ اولی و اقدم است از استاد علم نحو

صرف و استادِ نحو و صرف اولیٰ است از استادِ علوم فلسفی بآنکہ علوم فلسفی داخل علوم معتبرہ نیست اکثر مسائل آن لا طائل است و بے حاصل و اقل مسائل آن کہ از کتب اسلامیہ اخذ نموده اند و تصرفات در آن کرده از چہل مرکب خالی نیستند کہ عقل را در آن موطن مجال نیست طور نبوت و راء طور عقل نظریست باید دانست کہ حقوق پیر فوق حقوقی سائر ارباب حقوق است بلکہ نسبت ندارد حقوق پیر حقوق دیگران بعد از انعامات حضرت حق سبحانہ و احسانات رسول او علیہ و علیٰ آلہ و سلم ولادتِ صوری ہر چند از والدین است اما ولادتِ معنوی مخصوص بہ پیر است ولادتِ صوری راحیات چند روزہ است و ولادتِ معنوی راحیات ابدی است نجاسات معنویہ مرید را پیرست کہ بقلب و روح خود کثاسی بینماید و تطہیر اشکبہ او میسر ماید در توجہات کہ نسبت بہ بعضی مستر شدان واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر نجاسات باطنہ ایشان تلوثی بصاحب توجہ نیز میدود و تا زمانے مکذرمی دارد پیرست کہ بتوسل او بخدای رسند عزوجل کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ است پیر است کہ بوسیلہ او نفس امارہ کہ بالذات خبیثست مزگی و مطہر میگردد و از اتقارگی باطمینان میرسد و از کفر جبلی باسلام حقیقی می آید ع گریب گویم شرح این بے حد شود۔ پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست و شقاوت خود را در رد او نَعُوذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ ذٰلِكَ رَضَائِهِ حَقِّ سُبْحَانَهُ رَادِرِ پَسِ پَرْدِه رَضَائِهِ پیر مانده اند تا مرید در مرضی پیر خود را گم نسازد و بمرضیات حق سبحانہ نرسد آفت مرید در آزار پیرست ہر زلتی کہ بعد آن باشد تدارک آن ممکن است لہذا آزار پیر را بچیز تدارک نمی توان نمود آزار پیر بسخ شقاوت است مرید را عِبَادًا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ ذٰلِكَ خَلَلِ در معتقدات اسلامیہ و فتورے در اتیان احکام شرعیہ از نتائج و ثمرات آنست از احوال و مواجید کہ باطن تعلق دارد خود چہ گوید و اثرے از احوال اگر باوجود آزار پیر باقی ماند از استدراج باید شمرد کہ آخر بخرابی خواهد کشید و غیر از ضرر نتیجہ نخواہد داد وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی مِنْهَا قَلْب

از عالم امر است اورا بعالم خلق تعلق و تعشق داده بعالم خلق فرود آورده اند و بمصنفه که در جانب چپ است تعلق خاص بحسیدہ اند در رنگ آنکہ پادشاہ را بکتاس تعشق پیدا شود و بسبب آن در منزل کتاس نزول نماید و روح کہ الطف از قلب است از اصحاب یمین است و لطائف ثلاثہ کہ فوق لطیفہ روح اند بشرف خیر الامور اوسطها مشرف اند ہر چند لطیف تر بوسط مناسب تر الا ان السر و الخفی علی طرفی الاخفی احدہما علی الیمین و الاخر علی الشمال و نفس مجاور حواس است تعلق بدماغ دارد و ترقی قلب منوط است بوصول او در مقام روح و بمقام مافوق روح و ہم چنین ترقی روح و مافوق او مربوط است بوصول آنها مقامات فوقانی لیکن این وصول در ابتدا بطریق احوال است و در انتہا بطریق مقام و ترقی نفس برسدن اوست در مقام قلب بطریق احوال در ابتدا و بطریق مقام در انتہا و در آخر کار این لطائف ستہ بمقام اہلی میرسند و ہمہ باتفاق قصد طیران عالم قدس می نمایند و لطیفہ قالب را خالی و تہی می گزارند لہذا این طیران نیز در ابتدا بطریق احوال است و در انتہا بطریق مقام و ح یحصل الفناء و موتی کہ پیش از موت گفته اند عبارت ازین جدائی لطائف ستہ است از لطیفہ قالب و سر بقائے حس و حرکت در قالب بعد از مفارقت از ہما در جاہائے دیگر بیان کردہ شدہ است از انجا باید طلبید این ورق گنجایش تفصیل ندارد و باشارہ و رموز سخن میرود و لازم نیست کہ جمیع لطائف در مقامے جمع شوند و از انجا طیران نمایند گاہ باشد کہ قلب و روح ہر دو باتفاق این کار کنند و گاہ ہر سہ و گاہ ہر چہار و آنچه اول مذکور شد اتم و اکمل است و مخصوص ست بولایت محمدی علیہ و علی الہ الصلوٰات و التسلیمات و ماعدائے او قسمے از اقسام ولایت است و چون آن لطائف ستہ بعد از مفارقت از قالب و وصول بمقام قدس و تلون بصبغ آن اگر بقالب باز رجوع نمایند و تعلق پیدا کنند سوائے تعلق حتی و حکم قالب گیرند و بعد از امتزاج یک قسم فنائے پیدا کنند و حکم میت بگیرند درین وقت بتجلی خاص متجلی گردند و از سر حیات پیدا کنند و بمقام بقابلہ متحقق شوند و متعلق باخلاق اللہ گردند درین وقت

اگر آن خلعت را بخسیدہ بعالم باز گردانند معاملہ از دُو تُو بتدی خواهد انجامید و مقدمہ تکمیل پیدا خواهد شد و اگر بعالم باز نہ گردانند و تدی بعد دُو نو حاصل نشود از اولیائے عزلت خواهد بود و تربیت طالبان و تکمیل ناقصان از دست او نخواهد آمد لیست حدیث بدایت و نہایت بطریق رمز و اشارہ اتما فہمیدن آن بغیر قطع این منازل محال است وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی الْاِلٰهِ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ مِنْهَا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ از ازل تا ابد بیک کلام متکلم است آن کلام متبعض و متجزی نیست چه سکوت و خرس در حق او تعالیٰ محال است۔ چه عجب ہر گاہ از ازل تا ابد در انجا آن واحد باشد اذ لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ سُبْحَانَهُ زَمَانٌ در ان واحد غیر از کلام واحد بسیط چه بوقوع آید و آن کلام واحد منشاء چندین اقسام کلام گشتہ است باعتبار تعدد و تعلقات مثلاً اگر بمأمور تعلق گرفتہ است امر ناشی شدہ و اگر بمنہی نہی نام یافتہ و اگر باخبار خبر پیدا گشتہ غایبہ مافی الباب اخبار از ماضی و استقبال جمعہ را در اشکال می اندازد و از تقدم و تاخر دوان بمقدم و تاخر مدلول می برد و لا اشکال زیرا کہ ماضی و استقبال از صفات مخصوصہ دوان است کہ باعتبار انبساط آن آن پیدا شدہ است و در مرتبہ مدلول چون آن آن بحال خود است و هیچ انبساطی پیدا نکرده است ماضی و استقبال را گنجایش نیست ارباب معقول گفتہ اند کہ ماہیت واحدہ را باعتبار وجود خارجی لوازم علیحدہ است و اعتبار وجود ذہنی صفات جدا ہر گاہ در شے واحد بتائین صفات و لوازم باعتبار تغایر وجود و ہویت جائز باشد و در دال و مدلول کہ فی الحقیقت از یک دیگر جدا اند بطریق اولی مجوز باشد و آنکہ گفتہ شد کہ از ازل تا ابد آن واحد است از تنگی عبارت است و الا آن نیز آنجا گنجایش ندارد آن ہم در رنگ زمان انبساطی است باید دانست ممکن کہ در مقامات قرب الہی جل سلطانہ پا از دائرہ امکان بیرون می نہد ازل و ابد را متحدی یابد حضرت رسالت خاتمیت عَلَیْهِ وَعَلٰی الْاِلٰهِ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ وَالْعَبِیْۃُ و رشب معراج در مقامات عروج یونس را در بطن مانی یافت و طوفان حضرت نوح موجود بود علیہم الصلوٰۃ والسلام و اللہ بہشت را در

بہشت دید و دوزخیان را در دوزخ و بعد از پانصد سال کہ نصف یوم است از زمان دخول بہشت عبدالرحمن بن عوف کہ از اغنیائے صحابہ است علیہم الرضوان در بہشت درآمد و حضرت پیغمبر از دیر آمدن او پرسیدند او از عقبات خود خبر داد و این ہمہ در رنگ آن مشہود گشت ماضی و استقبال را گنجایش نبود و این حقیر را نیز در بعضی از اوقات بصدقہ حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام این حالت پیدا شدہ بود ملائک را در عین وجود یافت کہ حضرت آدم میکردند و ہنوز سر از سجہ نہ برداشتہ بودند ملائک علیہم السلام را ازین ساجدان جدا دید کہ بسجہ مامور نکشتہ اند و در شہود خود مستہلک و مستغرق اند و احوالے کہ در آخرت موعود اند در همان آن مشہود گشتند و چون مدتے برین واقعہ گزشتہ بود تفصیل احوال آخرت نہ کرد کہ بر حافظہ خود اعتماد داشت لیکن باید فہمید کہ این حالت مر جسد پیغمبر و روح ایشان را شدہ بود و مشہود بہر و بصیرت و دیگران را کہ طفیلی اند اگر این حالت بطریق تبعیت دست دہد مقصود بر روح است و مخصوص بہ بصیرت در قافلہ کہ اوست دائم نرم این بسکہ رسد ز دور بانگ جسم - عَلِيْهِ وَعَلَى الْاِلٰهِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِيْمٰتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا مِنْهَا تَكْوِيْنٌ يَكِيٌّ اَزْ صِفَاتٍ حَقِيْقِيَّةٍ وَاَجِبُ الْوَجُوْدِ اَسْتِ تَعَالٰى وَتَقْدَسُ اَشَاعِرُهُ تَكْوِيْنٌ رَا اَزْ صِفَاتٍ اَضَافِيَّةٍ دَانْدُو قَدْرَتِ وَاِرَادَتِ رَا اِدْر اِيْجَادِ عَالَمِ كَافِيٍّ اِنْ كَارَنْدَلْتَا حَقَّ اَنْسَتْ كَه تَكْوِيْنِ صِفَتِ حَقِيْقِيَّةٍ عَلِيْحِدَه اَسْت مَاوْرَا ئِ قَدْرَتِ وَاِرَادَتِ بِيَانِشْ اَنْكَه قَدْرَتِ بِمَعْنَى صِحْتِ فَعْلٍ وِتْرَكِ اَسْت وَاِرَادَتِ تَخْصِيْصِ يَكِيٍّ اَزْ اِيْنِ دُو طَرْفِ قَدْرَتِ سَتْ كَه فَعْلٍ وِتْرَكِ بَاشْدِ پَسْ رَتْبَهٗ قَدْرَتِ مَقْدَمِ شَدْ بَر رَتْبَهٗ اِرَادَتِ وِتْكَوِيْنِ كَه مَاوْرَا اَزْ صِفَاتِ حَقِيْقِيَّةٍ مِيْدَانِيْمِ رَتْبَهٗ اَوْ بَعْدِ اَزْ رَتْبَهٗ قَدْرَتِ وَاِرَادَتِ اَسْت كَارِ اَنْ صِفَتِ اِيْجَادِ اَنْ طَرْفِ تَخْصِيْصِ سَتْ پَسْ قَدْرَتِ مَصْتَحَّحِ فَعْلٍ اَسْت وَاِرَادَتِ تَخْصِيْصِ اَنْ وِتْكَوِيْنِ مَوْجِدِ اَنْ پَسْ اَزْ تَكْوِيْنِ چَارَهٗ نَبُوْدُ مَثَلِ اَنْ مَثَلِ اسْتِطَاعِيَّةٍ مَعَ الْفَعْلِ سَتْ كَه عَلَمَائِ اَهْلِ سُنْتِ اَنْزَادِرْ عِبَادَاتِ اَثْبَاتِ كَرْدَهٗ اَنْدُو شَكِّ نِيْسَتْ كَه اِيْنِ اسْتِطَاعَتِ بَعْدِ اَزْ ثَبُوْتِ قَدْرَتِ اَسْت بَلْكَهٗ بَعْدِ اَزْ تَعْلُقِ اِرَادَتِ وِتْحَقِّقِ اِيْجَادِ مَرْبُوْطِ بَايْنِ اسْتِطَاعَتِ اَسْت بَلْكَهٗ اَنْ اسْتِطَاعَتِ مَوْجِبِ فَعْلٍ اَسْت وَطَرْفِ

ترک آنجا مفقود است و حال صفت تکوین همین است که ایجاد باو بطریق ایجاب است لکن
 این ایجاب در واجب تعالی ضرر نمی کند که ثبوت آن بعد از تحقق قدرت است که بمعنی صحت فعل
 و ترک است و بعد از تخصیص ارادت بخلاف آنچه حکمائے فلسفہ گفته اند و شرطیہ اولی را واجب
 الصدق گمان کرده اند و شرطیہ ثانیہ را ممتنع الصدق و فی ارادت نموده اند صریح در ایجاب است
 تَعَالَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَنْ ذَلِكَ غُلُوبًا كَبِيرًا و ایجابے که بعد از تعلق ارادت و تخصیص
 احد المقدورین پیدا شود مستلزم اختیار است و موکد آن نه فی اختیار و کشف صاحب فتوحات نیز
 موافق رائے حکما واقع شده است در قدرت شرطیہ اولی را واجب الصدق میدانند و ثانی را
 ممتنع الصدق و این قول بایجاب است ارادت بیکاری افتد که تخصیص احد المتساویین اینجا
 منتهی است و اگر در تکوین این معنی را ثبات کنند گنجایش دارد که از شایبہ ایجاب مبر است این
 فرق تدقیقی است که به بیان آن کم کسی سبقت کرده است علمائے ماتریدیه هر چند این صفت را
 اثبات کرده اند لکن باین حدت نظر پے نبرده اند اتباع سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبها
 الصلوة والسلام والتحیة در میان سائر متکلمین ایشان را باین معرفت ممتاز ساخته است
 و این حقیر از خوشه چینان این اکابر است ثَبَّنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى مُعْتَقَدَاتِهِمُ الْحَقَّةِ
 بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَمَّهَا
 وَأَكْمَلَهَا مِنْهَا رُوِيَ خَدَاوند عزوجل در آخرت مومنان راحق است این مسئله است
 که غیر از اهل سنت و جماعت هیچ کس از فرق اسلامیین و حکمائے فلاسفه بجز آن قائل نیست
 باعث انکار ایشان قیاس غائب است بر شاهد و آن فاسد است مرئی هر گاه بیچون و بیچگون باشد
 رویتے که باو تعلق گیرد نیز بیچون خواهد بود ایمان باو باید آذ رود و اشتغال بکیفیت او نباید کرد این
 سز را امروز بر خواص اولیاء ظاہر ساخته اند هر چند رویت نیست لکن بے رویت نیست گانگ
 تَرَاهُ فَرْدَاهِمُ مومنان حق سبحانہ و تعالی را خواهند دید چشم سراسر ایاچ درک نخواهند کرد لکن
 الْأَبْصَارُ دُوْجِزْ خواهند دریافت علم یقینی با کلمی بیند و الله اذ یکہ مترتب بر رویت است غیر

این دو چیز از لوازم رویت همه مفقودست این مسئلہ از اعمض مسائل کلام است طور عقل در اثبات و تصویر آن عاجزست متابعان انبیاء از علماء و صوفیہ آنرا بنور فراست کہ مقتبس از انوار نبوت است دریافته اند و ہم چنین مسائل دیگر از علم کلام کہ عقل در اثبات آنها عاجز و متحیر است علمائے اہل سنت را نور فراست است فقط و صوفیہ را ہم نور فراست و ہم کشف و شہود فرق در میان کشف و فراست ہچون فرق در میان حدسیات و حسیات است فراست نظریات را حدسیات مینازد و کشف حسیات و مسائلی کہ اہل سنت بآنها قائلند و مخالفان ایشان کہ التزام طور عقل نموده اند از آنها منکراند۔ ہمہ از ان قبیل اند کہ بنور فراست معلوم گشتہ اند و بکشف صحیح مشہود شدہ اگر در بیان آن مسائل ایضاً نموده آید مقصود از ان تصویر و تنبیہ است نہ اثبات آنها بنظر و دلیل چہ نظر عقل در اثبات و تصویر آنها کورست عجب از علمائے کہ درین مسائل خود را در مقام استدلال میآرند و می خواہند کہ بدلائل اثبات کنند و بت مخالفان حجت تمام کنند این میسر نمی شود و با تمام نیز نمی رسد مخالفان خیالی می کنند کہ مسائل ایشان نیز در رنگ استدلالات ایشان مزیف و نا تمام اند مثلاً علمائے اہل سنت استطاعت مع الفعل اثبات کردہ اند این مسئلہ از مسائل حقہ است کہ بنور فراست و کشف صحیح معلوم گشتہ است اما دلائل کہ بر اثبات او آورده اند مزیف و نا تمام است اقوائے اولیہ ایشان بر اثبات آن مسئلہ عدم بقائے أعراض است در دو زمان چہ اگر عرض باقی باشد لازم آید قیام عرض بعرض و آن محال است و چون این دلیل را مخالفان مزیف و نا تمام دانستہ اند یقین کردہ اند کہ آن مسئلہ نیز نا تمام است ندانستہ اند کہ مقتدائے ایشان درین مسئلہ و در امثال این مسئلہ نور فراست است کہ مقتبس از انوار نبوت است اما این تقصیر ماست کہ حدسی و بدیہی را در نظر مخالفان نظری می سازیم و بتکلفات در اثبات آن میکوشیم غایبہ مافی الباب حدسی و بدیہی ما بر مخالفان حجت نیست گونہا شد غیر از اعلام و تبلیغ بر مالازم نساختہ اند ہر کہ حسن نشائے مسلمانی وارد بے اختیار قبول خواہد کرد و ہر کہ بے نصیب است غیر از انکار نخواہد افزود و در میان علمائے اہل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ

ابومنصور ماتریدی چه زیبا است کہ اقتضای بر مقاصد فرموده اند و اعراض از تدقیقات فلسفیه نموده و طریق نظر و استدلال بطریق فلسفے در میان علمائے اہل سنت و جماعت از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شدہ است و خواستہ کہ معتقدات اہل سنت را با استدلال فلسفی تمام سازد و این دشوار است و دلیر ساختن است مر مخالفان را بر طعن اکابر دین و گزاشتن است طریق سلف را ثَبَّنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى مُتَابِعَةِ آرَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَةِ مِنْ أَنْوَارِ النُّبُوَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَتَمُّهَا وَأَكْمَلُهَا مِنْهَا بِحُكْمِ كَرِيمِهِ وَأَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اظہار این نعمت عظمیٰ می نماید کہ این فقیر را یقینے نسبت بمعتقدات کلامیہ کہ بر وفق آراء اہل حق عینی اہل سنت و جماعت واقع شدہ اند بر نہج حصول پیوستہ است کہ در حسب آن یقین یقینی کہ نسبت با جلائے بدیہیات ست حکم ظلیات بلکہ وہمیات وارد مثلاً چون موازنہ میکنم یقینی را کہ نسبت بہر یکے از مسائل کلام حاصل ست با یقینی کہ نسبت بوجود آفتاب دارم حیف می آید کہ یقین ثانی را نسبت بیقین اول اطلاق یقین نموده آید ارباب عقول این معنی را قبول کنند یا نہ بلکہ البتہ قبول نکند کہ این مباحث و رائے طور نظر عقل است عقل ظاہر بین را جز انکار ازین مقام نصیب نیست حقیقت این معاملہ آنست کہ یقین کا قلب است و یقینی کہ بیکے از مسائل کلامیہ قلب را حاصل شدہ است بے توسط احدے است کہ بطریق الہام از حضرت وہاب جل و علا بے واسطہ تلقی نموده است و اخذ فرمودہ پس یقین اول بمثابہ علم الیقین آمد و یقین ثانی بمثابہ عین الیقین شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ منها چون طالب را محض فضل خداوندی جل سلطانہ ساحت سینه اورا از جمیع مرادات خالی شود و خواستے غیر از حق سبحانہ اورا نماند درین وقت آنچه مقصود از آفرینش اوست میسر شدہ باشد و حقیقت بندگی بجا آوردہ بعد ازین اگر خواهند کہ اورا برائے تربیت ناقصان باز گردانند از نزد خود ارادتے اورا خواهند عطا فرمودہ اختیارے خواهند داد کہ در تصرفات قوی و فعلی مختار و مجاز باشد در رنگ عبد مازون درین مقام کہ مقام تخلُّق باخلاق اللہ است صاحب ارادہ ہر چه خواهد

برائے دیگران خواهد خواست و مصالح دیگران منظور خواهد داشت نہ مصالح نفس خود گنما
هُوَ حَالُ إِزَادَةِ الْوَاجِبِ تَعَالَى بَلْ لِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى وَلَا زِمَ نِيسْتِ بَلْ كَهَ جَائِزِ نِيسْتِ كَه
این صاحب اراده هر چه خواهد بوقوع آید کہ شرک ست و بندگی آنرا برنتابد حضرت حق سبحانہ و
تعالیٰ حبیب خود را علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید اِنَّا لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ ہر گاہ
ارادت سید البشر در توقف افتد دیگران را چه مجال و ایضاً لازم نیست کہ جمیع مرادات این
صاحب ارادت مرضی حق باشند تعالیٰ و تقدس و الا بر بعضی افعال و اقوال آن سرور علیہ و علی الہ
الصلوٰۃ والسلام اعتراض از حق سبحانہ نازل نمی شد گنما قَالَ سُبْحَانَہٗ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اِلْحَ وَعَفْوِ
از ان گنجایش نداشت گنما قَالَ تَعَالَى عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ چہ عفو در تقصیرات متصور است
بانکہ جمیع مرادات حق جل و علا مرضیات حق سبحانہ نیستند کَالْکُفْرِ وَالْمَعَاصِي مِنْہَا اَمَام
من درین کار کلام اللہ است و پیر من درین امر قرآن مجید اگر ہدایت قرآن نمی بود را ہے
بجانب عبادت معبود بحق نمی کشود درین راہ ہر لطیف و الطف ندائے اَنَا اللّٰہُ مِيزَنُ دَوْرُو نَدُو رَاہ
را گرفتار پرستش خودی سازد اگر چون است خود را بصورت بیچونی و امی نماید و اگر تشبیہ است خود
را بہ بیت تنزیہ جلوه گرمی گرداند در بیجا امکان بوجوب ممتزج است و حدوث بقدم مختلط اگر
باطل است بصورت حق ہویدا است و اگر ضلالت است بشکل ہدایت پیدا بیچارہ سالک حکم
مسافر اعمی دارد کہ بہر یکے ہذا ربی گویان رومی آرد حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ خود را
بِخَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِی ستاید وَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ میفرماید و در وقت
عروج چون این صفات را بر آلبہ متخلیہ عرض نموده شد بے اختیار ابا نمودند و زووال آوردند
لا جرم لَا اَحْبَبُّ الْاَفْلٰسِیْنَ گویان رُوا ز ہمہ تافت و قبلہ توجہ جز ذات واجب الوجود ساخت
الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنَّ هَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ
رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ مِنْہَا ما چہا کس بودیم در ملازمت خواجہ خود کہ پیش مردم در میان سائر
یاران امتیاز داشتیم ہر کدام ما را نسبت بحضرت خواجہ اعتقاد علاحدہ بود و معاملہ جدا این فقیر بہ

یقین میدانست که مثل این صحبت و اجتماع و مانند این تربیت و ارشاد بعد از زمان آن سرور علیه و علی اله الصلوات و التسلیمات هرگز بوجود نیامده است و شکر این نعمت بجای آورد که اگر چه بشرف صحبت خیر البشر علیه و علی اله الصلوة و السلام مشرف نشد بارے از سعادت این صحبت محروم نماند و حضرت خواجه ما از احوال آن سه دیگر چنین می فرمودند که فلانی مرا صاحب تکمیل میدانند اما صاحب ارشاد نمی پندارند و نزد او مرتبه ارشاد زیاد از تکمیل بوده و فلانی بما کارے ندارد و آن دیگر را میفرمودند که نسبت بما انکار دارد و هر کدام ما را با اندازه اعتقاد بهره رسید باید دانست که اعتقاد مرید با فضیلت پیروا کملیت او از ثمرات محبت است و از نتایج مناسبت که سبب افاده و استفاده است اما باید که پیر را بر جماعه که فضل آنها در شرع مقرر است فضل ندهد که موجب افراط است در محبت و آن مذموم است شیعه را خرابے از افراط محبت اهل بیت آمده و نصارے از افراط محبت حضرت عیسی را علی نبینا و علیه الصلوة و السلام ابن الله خوانده اند و در خسارت ابدی مانده لیکن اگر بر ما سوائے ما فضل بدد بخوز است بلکه در طریقت واجب و این فضل دادن نه با اختیار مرید است بلکه اگر مرید مستعد است بے اختیار دروے این اعتقاد پیدا می گردد و بوسیله آن کمالات پیر را اکتساب می فرماید اگر این فضل دادن با اختیار مرید باشد و محکف پیدا کند بخوز نباشد و نتیجه نه بخشد منها درجه علیا در نفی و اثبات بکلمه طیبه لا اله الا الله آنست که هر چه در دید و دانش و کشف و شهود در اید هر چند تنزیه صرف و بے کیف محض نماید این همه در تحت لا داخل شود و در جانب اثبات غیر از تکلم بکلمه مستثنی که بمواطات قلب صادر گردد نصیبی نباشد - عنقا شکار کس نشود دام باز چین کا بنجا همیشه با دست دست دام را - وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی الْهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ مِنْهَا حَقِيْقَتِ قُرْآنِي وَ حَقِيْقَتِ كَعْبَةِ رَبّٰنِي فَوْقِ حَقِيْقَتِ مُحَمَّدِي سَتِ عَلٰی مَظْهَرِهَا الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ لِهٰذَا حَقِيْقَتِ قُرْآنِي اِمَامِ حَقِيْقَتِ مُحَمَّدِي اَمَدِ حَقِيْقَتِ كَعْبَةِ رَبّٰنِي مَسْجِدِ حَقِيْقَتِ مُحَمَّدِي گشت معذک

حقیقت کعبہ ربانی فوق حقیقت قرآنی است آنجا ہم بے صفتی و بے رنگیت و شیون و اعتبارات را در ان موطن گنجایش نیست تزیہ و تقدیس را در ان حضرت مجال نہ مع آنجا ہم آنت کہ برتر زیان است۔ این معرفتے است کہ ہیج یکے از اہل اللہ بان لب نکشادہ است و بر مزو اشارت ہم از ان مقولہ سخن نرانده این درویش را با این معرفت عظمی مشرف ساختہ اند و در میان ابنائے جنس ممتاز گردانیدہ کُلُّ ذَلِکَ بِصَدَقَةِ حَبِیبِ اللّٰهِ وَبَرَکَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ عَلَیْ اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوٰتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمٰتِ اَکْمَلُهَا باید دانست کہ صورت کعبہ ہم چنانکہ مسجود صو را شیاست حقیقت کعبہ نیز مسجود حقائق آن اشیاست۔

وَ اَقُوْلُ قَوْلًا عَجَبًا لَمْ يَسْمَعْهُ اَحَدٌ وَّمَا اَخْبَرَ بِهِ مُخْبِرٌ بِاَعْلَامِ اللّٰهِ سُبْحٰنَهُ وَاٰلِہٖمَ تَعَالٰی اٰیٰی بِفَضْلِہٖ وَ کَرَمِہٖ آنکہ بعد از ہزار و چند سال از زمان رحلت آن سرور علیہ و علی اہل الصلوٰت و التحیات زمانے می آید کہ حقیقت محمدی از مقام خود عروج فرماید و بمقام حقیقت کعبہ متحد گردد این زمان حقیقت محمدی حقیقت احمدی نام یابد و منظر ذات احد جل سلطانہ گردد و ہر دو اسم مبارک بمسمی متحقق شود و مقام سابق از حقیقت محمدی خالی ماند تا زمانے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰة والسلام نزول فرماید و عمل بشریت محمدی نماید علیہما الصلوٰت و التسلیمات و التحیات در ان وقت حقیقت عیسوی از مقام خود عروج فرمودہ بمقام حقیقت محمدی کہ خالی مانده بود استقرار کند **منہا** اگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نے بود را ہے بجانب قدس خداوندی جل سلطانہ کہ مے نمود و نقاب از چہرہ توحید کہ می کشود و فتح ابواب جنات کہ می فرمود کوه کوه صفات بشریہ با استعمال کنند این لا کندہ می شود و عالم عالم تعلقات بہرکت تکرار این نفی منثنی گردد و نفی آن آلہہ باطلہ را منثنی می سازد و اثبات آن معبود برحق را جل شانہ مثبت میسازد سالک مدارج امکانی را بحد او قطع می نماید و عارف بمعارج و جوبی بہرکت او ارتقائی فرماید اوست کہ از تجلیات افعال تجلیات صفات می برد و از تجلیات صفات تجلیات ذات میرساند تا بجا روبر لا نزوبی راہ

نرس در سرایِ الا الله۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى
 عَلَيْهِ وَعَلٰى اِلٰهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ اَتَمَّهَا وَاكْمَلَهَا مِنْهَا خِدْمَتُ مَخْدُومِ شَيْخِ
 شَرَفِ الدِّينِ مَنِيْرِى دَر مَكْتُوْبٰتِ خُوْد نُوْشْتِه اَنْد كِه مَعُوْذَتَيْنِ رَا دَر نَمَاز نَبَايْدِ خُوَانْد كِه اِبْنِ مَسْعُوْد رَضِيَ
 اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَر قِرْآنِيْتِ اَيْنِ وِدْر سُوْرَه مَخَالِفِ جَمْهُورِ اسْتِ پَسِ دَر فَرَضِ قَطْعِي قِرْآتِ اَنْ دُو سُوْرَه
 مَحْسُوْب نَبَايْدِ كِرْد وَاَيْنِ فَقِيْر هِم نَمِي خُوَانْد تَا اَنْكِه رُوْزِي بَرِيْنِ فَقِيْر ظَاهِرِ سَاخْتَنْد كِه گُوِيَا مَعُوْذَتَيْنِ
 حَاضِر اَنْد وَاَز مَخْدُومِ دَر بَابِ مَنَعِ قِرْآتِ اَنْهَادِ دَر فَرَضِ شِكَايَتِ دَارَنْد كِه مَارَا اَز قِرْآنِ اَخْرَاجِ مِي
 نَمَايْدِ اَز اَنْ زَمَانِ مَنَعِ مَمْتَنَعِ كَشْتَمِ وِشْرُوْعِ دَر قِرْآتِ اَنْهَادِ دَر فَرَضِ نَمُودَمِ هَر مَرْتَبَه كِه اَنْ دُو سُوْرَه
 كَرِيْمَه رَا دَر فَرَضِ مِيخُوَانَمِ اَحْوَالِ عَجِيْبَه مَشَاهَدَه مِي نَمَايْمِ وَاَلْحَقُّ كِه چُوْنِ بَعْلَمِ شَرِيْعَتِ رَجُوْعِ نَمُودَه
 آيْدِ مَنَعِ قِرْآتِ اَنْ دُو سُوْرَه رَا دَر فَرَضِ وَجْهِي پِيْدَا نَمِي شُوْد بَلَكِه شُبُه اَنْدَاخْتَنْ اسْتِ دَر قَطْعِيْتِ اَيْنِ حَكْمِ
 مَجْمَعِ عَلَيْهِ كِه مَا بَيْنِ الدَّفْتَيْنِ قِرْآنِ بَا اَنْكِه ضَمِّ سُوْرَه اَز وَاجِبَاتِ اسْتِ كِه ظَنِّي اسْتِ پَسِ مَنَعِ
 قِرْآتِ دُو سُوْرَه رَا اِگَر چَظَنِّي بَاشَنْدِ وَلَوْ عَلٰى فَرَضِ الْمَحَالِ بِيْحِ وَجْه نَبَاشْد كِه قِرْآتِ اَنْهَادِ
 بَطْرِيْقِ ضَمِّ بَا فَاتِحَه اسْتِ فَالْعَجَبُ مِنْ الشَّيْخِ الْمُقْتَدٰى مِثْلُ هَذَا الْكَلَامِ كُلِّ
 الْعَجَبِ وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَاِلٰهِ الْاَطْهَرِ مِنْهَا حَظًّا وَاَفْرَازِ طَرِيْقِ
 صُوْفِيَه بَلَكِه اَز مَلَّتِ اسْلَامِ كَسِي رَاسْتِ كِه فَطْرَتِ تَقْلِيْدِ وَجَلَّتِ مُتَابِعَتِ دَر وَاِيْشْتَرِ اسْتِ مَدَارِ
 كَارِ اِيْنَجَا بَر تَقْلِيْدِ اسْتِ وَ مَنَاظِ اَمْرٍ دَرِيْنِ مَوْطِنِ بَر مُتَابِعَتِ تَقْلِيْدِ اَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ
 بَدْرَجَاتِ عَلِيَا مِيْر سَاَنْدِ وَ مُتَابِعَتِ اَصْفِيَا بِمَعَارِجِ عَظْمٰى مِي بَرْدِ وَاَبُو بَكْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ چُوْنِ اَيْنِ
 فَطْرَتِ رَا بِيْشْتَرِ دَاشْتِ بِي تَوْقِفِ بَسْعَادَتِ تَصْدِيْقِ نُبُوْتِ مَسَارِعَه فَر مَوْدِ وَرِيْسِ صِدْقَانِ اَمْدِ
 وَاَبُو جَهْلِ لَعِيْنِ چُوْنِ اسْتَعْدَادِ تَقْلِيْدِ وَتَبْعِيْتِ كَمْتَرِ دَاشْتِ بَاَنْ سَعَادَتِ مَسْتَعْدِ نَكْشَتِ وَاَبُو شَوَّابِ
 مَلْعُوْنَانِ شَد مَرِيْدِ هَر كَمَالِ رَا كِه مِي يَابْدِ اَز تَقْلِيْدِ پِيْر خُوْدِي يَابْدِ خَطَاِيْ پِيْر بَهْتَرِ اَز صَوَابِ مَرِيْدِ اسْتِ
 اَز بِيْنَجَاسْتِ كِه اَبُو بَكْرِ طَلَبِ سَهْوِ بَغِيْمِرِ عَلَيْهِ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ مِي نَمَايْدِ كِه يَا لَيْتَنِي سَهْوُ مُحَمَّدٍ و
 حَضْرَتِ بَغِيْمِرِ دَر شَانِ بِلَالِ فَر مَوْدِه اَنْدِ سَيْنُ بِلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْنُ كِه بِلَالِ عَجْمِي بُوُو دَر اِذَانِ

سُبْحَانَهُ مِنْهَا سَالِكِي سِيرٍ أَوْ دَرِّ تَفْصِيلِ أَسْمَاءِ وَصِفَاتِ أَقْدَارِهِ وَصَوْلِ أَوْ كُفْرَتِ ذَاتِ
 جَلِّ سُلْطَانَهُ مَسِدُ وَدُغْثَتِ چِهْ أَسْمَاءِ وَصِفَاتِ رَا نِهَائِيَّتِ نِيَسْتِ تَابَعْدَازِ قَطْعِ آ نِهَابِ مَقْصِدِ اِقْصَى تَوَانِدِ
 رَسِيْدِ مَشَاخِخِ اَزِ يَنْ مَقَامِ خَبْرِ دَادِهِ اَنْدِ كِهْ مَرَاتِبِ وَصَوْلِ رَا نِهَائِيَّتِ نِيَسْتِ زِيْرَا كِهْ كَمَالَاتِ مَحْبُوْبِ
 نِهَائِيَّتِ نِدَارِ دُو مِرَادِ اَزِ وَصَوْلِ اِنْجَا وَصَلِ اِسْمَائِي وَصِفَاتِي اَسْتِ سَعَادَتِ مَنَدِ كَسِي اَسْتِ كِهْ سِيْرِ اَوْ دَرِ
 اِسْمَاءِ وَصِفَاتِ بِطَرِيْقِ اَجْمَالِ وَاَقْعِ شُدِهْ وَبِسْرَعَتِ وَاَصْلِ حَضْرَتِ ذَاتِ تَعَالَى وَتَقَدَّسِ گِشْتِ
 وَاَصْلَانِ ذَاتِ رَا بَعْدَازِ وَصَوْلِ نِهَائِيَّتِ اَلنِهَائِيَّتِ رَجُوْعِ بَدْعُوْتِ لَازِمِ سَتِ وِعَدَمِ رَجُوْعِ اَنْمُوْطِنِ
 مَتَّصُوْرِنِهْ بِخِلَافِ مَتَوْسُطَانِ كِهْ بَعْدَازِ وَصَوْلِ شَانِ بِنِهَائِيَّتِ اِسْتِعْدَادِ خُوْدِ رَجُوْعِ لَازِمِ نِيَسْتِ تَوَانِدِ
 بُوْدِ كِهْ رَجُوْعِ نَمَايِنِدِ وَتَوَانِدِ بُوْدِ كِهْ اِقَامَتِ وَرَزَنْدِ پَسِ مَرَاتِبِ وَصَوْلِ مَنْتَهِيَانِ رَا اِتْمَامِ مَتَّصُوْرِ اَسْتِ
 بَلَكِهْ لَازِمِ وِمَرَاتِبِ وَصَوْلِ مَتَوْسُطَانِ رَا كِهْ تَفْصِيْلِ اِسْمَائِي وَصِفَاتِي رَفْتِ اَنْدِ نِهَائِيَّتِ نِهْ اِيْنِ عِلْمِ اَزِ جَمْلِهْ
 عِلْمِ مَخْصُوْصِهْ اِيْنِ فَقِيْرِ اَسْتِ وَالعِلْمِ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْهَا مَقَامِ رِضَا فَوْقِ جَمِيْعِ مَقَامَاتِ
 وِلَايَتِ اَسْتِ وَحِصْوْلِ اِيْنِ مَقَامِ عَالِي بَعْدَازِ تَمَامِي سَلُوْكِ وَجَذْبِهْ اَسْتِ اِگْرِ پَرَسَنْدِ كِهْ رِضَا اَزِ
 ذَاتِ حَقِّ سُبْحَانَهُ وَاَزِ وَصِفَاتِ اَوْ تَعَالَى وَاَزِ اَفْعَالِ اَوْ سُبْحَانَهُ وَاجِبِ سَتِ وِدْرِ نَفْسِ اِيْمَانِ مَخُوْذِ پَسِ
 عَامَهْ مَوْمِنَانِ رَا اَزَانِ چَا رِهْ نَبُوْدِ پَسِ حِصْوْلِ اَنْزَا بَعْدَازِ تَمَامِي سَلُوْكِ وَجَذْبِهْ مَعْنَى چِهْ بَاشْدِ وِرِ
 جَوَابِ گُوْنِيْمِ كِهْ رِضَا رَا صُوْرَتِيَسْتِ وَحَقِيْقَتِهْ دَرِ رَنگِ سَا رَا رِكَانِ اِيْمَانِ دَرِ اَوَّلِ تَحَقُّقِ صُوْرَتِ سَتِ وِدْرِ
 نِهَائِيَّتِ تَحَقُّقِ حَقِيْقَتِ وِچُوْنِ مَنَانِي رِضَا ظَا هِرِ نَشُوْدِ ظَا هِرِ شَرِيْعَتِ حَكْمِ بِحِصْوْلِ رِضَا مِي دَرِ رَنگِ
 تَصْدِيْقِ قَلْبِي كِهْ چُوْنِ مَنَانِي تَصْدِيْقِ يَافْتِهْ نَشُوْدِ حَكْمِ بِحِصْوْلِ تَصْدِيْقِ مِي كُنْدِ وَ مَنَانِ حُنْ بِصَدَدِهْ
 حُصْوْلِ حَقِيْقَةِ الرِّضَا لَا صُوْرَتِهْ وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ مِنْهَا سَمِي بَايْدِ كِرُوْدِ كِهْ عَمَلِ بِهْ
 سُنْتِ مِي سَرِ شُوْدِ وَا جَنَابِ اَزِ بَدْعَتِ عَلِي الْخُصُوْصِ بَدْعَتِ كِهْ رَا فِعِ سُنْتِ بَاشْدِ قَالِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ مِنْ اَحَدَثِ فِي دِيْنِنَا هَذَا فَهُوَ رَدُّ عَجَبِي اَيْدِ اَزِ حَالِ جَمَاعَهْ كِهْ وِرُوْدِيْنِ بَا وِجُوْدِ
 اِكْمَالِ وَاِتْمَامِ اَنْ چِيْزِ بَا اَحْدَاثِ مِي كُنْدِ وَ بَا نِ مَحْدَاثِ تَكْمِيْلِ دِيْنِ مِي جُوِيْنِدِ وَا بَا كِ نِدَارَنْدِ اَزِ اَنْكِهْ
 مَبَادِ اَزِ يَنْ مَخْتَرِعِ رَفْعِ سُنْتِ شُوْدِ مِثْلًا اَرْسَالِ نَبِيِّ بْنِ اَلْكَلْبِيْنِ سُنْتِ اَسْتِ جَمْعِ اَرْسَالِ نَبِيِّ رَا وِرِ

جانب بسیار اختیار کرده اند و باین عمل تشبہ بموتی منظور داشته و خلق کثیر بایشان درین فعل اقتدا نموده ندانسته اند کہ این عمل رفع سنت می نماید و از سنت بدعت می برد و بحرمت میرساند تشبہ بحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر است یا تشبہ بموتی اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ مشرف شدہ بموتی کہ پیش الگموت است اگر تشبہ بمیت جویند ہم باوسزاوار است عجب کار است کہ در کفن میت عمامہ ہم بدعت است چہ جائے فحش او و بعضی از متأخرین کہ عمامہ در کفن میت کہ از علماء باشد مستحسن داشته اند نزد فقیر زیادتی کردن نسخ است و نسخ عین رفع **رَفَعْنَا لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ السَّنِيَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى مَصْدَرِهَا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ وَيَرْحَمَ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ آمِنًا مِنْهَا** روزے احوال جتیان را برین درویش منکشف ساختند دید کہ جتیان در کوچہا در رنگ مردم میگردند و بر سر ہر جن فرشتہ است موکل و آن جن از ترس موکل خود سر نمی تواند برداشت و ہمین و بسیار خود نظر نمیتواند انداخت در رنگ مقیدان و محبوبسان گشتند و اصلا مجال مخالفت نداشتند **إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا** و در آن وقت چنان معلوم می شد کہ گویا بردست موکل گریزیست آہنی کہ اگر جن اندک مخالفت احساس نماید بیک ضرب کار او را کفایت کند - خدائے کہ بالا و پست آفرید زبردست ہر دست دست آفرید - **مِنْهَا** ولی ہر کمالے کہ می یابد و بہر درجہ کہ میرسد بطفیل متابعت نبی خود است علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر متابعت نبی نمی بود نفس ایمان زونمی نمود و راہ بدرجات علیا از کجای می شود پس اگر ولی را فضلے از فضائل جزئیہ حاصل شود کہ نبی را حاصل نبوده و درجہ خاص از درجات علیا میسر شود کہ نبی نداشته باشد نبی را نیز از ان فضل جزئی و از ان درجہ خاص نصیب کامل است چہ حصول آن کمال بواسطہ متابعت آن نبی است و نتیجہ است از نتایج اتباع سنت او پس ناچار نبی را از ان کمال بہرہ تمام باشد **كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** لیکن ولی در حصول این کمال سابق است و در وصول باین درجہ مقدم و این قسم فضل ولی را بر نبی جائز داشته اند کہ

جزئیست کہ مجال معارضہ بکلی ندارد و آنچه صاحب فصوص میگوید کہ خاتم الانبیاء علوم و معارف را از خاتم الولايت اخذ میکند راجع این معرفت است کہ این فقیر را بآن ممتاز ساخته اند و سراسر موافق شریعت است و شراح فصوص در تصحیح آن تکلف نموده اند و گفته اند کہ خاتم الولايت خزینہ دار خاتم النبوت است۔ اگر پادشاه از خزینہ خود چیزی بگیرد هیچ نقص لازم نیاید وَ حَقِيقَةُ الْأَمْرِ مَا حَقَّقْتَهُ وَمَنْشَأُ التَّكْلِيفِ عَدَمُ الْوُصُولِ بِحَقِيقَةِ الْمُعَامَلَةِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ كُلِّهَا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَاللَّهُ الْأَطْهَرُ مِنْهَا و لايت ولی جزئیست از اجزائے و لايت نبی علیه الصلوة والسلام ولی را ہر چند درجات علیا میسر شود آن درجات جزئیست از اجزائے درجات آن نبی خواهد بود جز ہر چند عظمت پیدا کند کمتر از کل خواهد بود کہ الْكُلُّ أَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ قضیہ بدیہیہ است احمقے باشد کہ کلانی جز را تخیل نموده از کل افزون داند کہ کل عبارت از ان جز از اجزائے دیگر است مِنْهَا صفات واجبہ تعالی و تقدست بہ قسم اند قسم اول صفات اضافیہ اند کَالْخَالِقِيَّةِ وَالرَّازِقِيَّةِ و قسم ثانی صفات ہیقیہ اند اما رنگ از اضافت دارند کَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْإِرَادَةِ وَالسَّمْعِ وَالْبَصْرَ وَالْكَلَامِ و قسم ثالث حقیقت صرف است کَالْحَيَاةِ فَإِنَّهُ لَا مَزْجَ فِيهِ مِنَ الْإِضَافَةِ وَنَعْنَى بِالْإِضَافَةِ التَّعَلُّقُ بِالْعَالَمِ و قسم ثالث اعلائے اقسام ثلاثہ است و جامع ترین جمیع اقسام و از امہات صفات صفت علم با وجود جامعیت تابع صفت حیات است و دائرہ صفات و شیونات بحیات منتهی می گردد و دروازہ وصول بمطلوب ہم اوست و چون صفت حیات فوق صفت علم است لا جرم وصول بآن موطن بعد از طے مراتب علم خواهد بود علم ظاہر باشد یا باطن علم شریعت باشد یا طریقت و سیکہ داخل آن دروازہ شدہ است اقل قلیل است از پس کو چہا نظر ہا بدرون انداختہ اند و آن جماعہ ہم اقلان اند اگر رمزے از اسرار این مقام گویم قَطَعَ الْبَلْفُومَ - وَمِنْ بَعْدِ هَذَا أَيْدِي صِفَاتِهِ وَمَا كَسَمَهُ أَحْظَى لَدَيْهِ وَأَجْمَلَ - وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ أَلْبَسَ الْهُدَى وَالْعَزْمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ

وَعَلَىٰ إِلَهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ مِنْهَا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ از مثل منزہ است لیس
 كَمِثْلِهِ شَيْءٌ لَمَّا مِثَالٍ جَائِزٍ دَاشْتَهُ اَنْدُ مِثْلٍ تَجْوِيزٍ نَمُودَهُ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ارباب سلوک
 و اصحاب کشف را تسلی بمثال میدهند و آرام بخشند بیچون را بمثال چون و امی نمایند و جواب را
 بصورت امکان جلوه گرمی سازند بیچاره سالک مثال را عین ذی مثال می انگارد و صورت را عین
 ذی صورت از بنجا است که صورت احاطه حق سبحانہ و تعالیٰ را در اشیاء می بیند و مثال آن احاطه را
 در عالم مشاهده می نماید و خیال میکند که مشهود حقیقت احاطه حق است سبحانہ نہ چنین است بلکه
 احاطه او تعالیٰ بیچون و بیچگون است و منزہ است از ان که در مشهود در آید و مکشوف احدی گردد و
 ایمان آریم که او سبحانہ محیط است بہر شے اما احاطه او را ندانیم کہ چیست و آنچه دانیم شبہ و مثال
 آن احاطه است و ہم برین قیاس است قرب او تعالیٰ و معیت او سبحانہ کہ مشهود و مکشوف از انہا
 شبہ و مثال است نہ حقیقت بلکه حقیقت آنہا مجهول الکفایت است ایمان آریم کہ او تعالیٰ
 قریب است و با ما است لَمَّا نَدَانِیمُ کہ حقیقت قرب و معیت او تعالیٰ چیست و تواند بود کہ آنچه در
 حدیث نبوی آمدہ علیہ و علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات یَتَجَلَّى رَبُّنَا ضَاحِكًا باعتبار صورت
 مثالی باشد چه حصول کمال رضا در مثال بصورت ضحک نموده باشند و اطلاق ید و وجہ و قدم و اصبع
 نیز تواند بود کہ باعتبار صفت مثالی باشند هَكَذَا عَلَّمَنِي رَبِّي وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ
 يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ وَبَارَكَ مِنْهَا اگر در عبارت آن عالی حضرت کہ در بیان احوال و مواجید و علوم و
 معارف است تناقض و تدافع موهوم گردد و حمل بر اختلاف اوقات و تنوع اوضاع باید نمود چه
 در ہر وقت احوال و مواجید علیحدہ است و در ہر وضع علوم و معارف جدا است پس فی الحقیقت
 تناقض و تدافع نباشد مثل این احکام شرعیہ است کہ بعد از نسخ و تبدیل احکام متناقضہ می نمایند و
 چون اختلاف اوقات و اوضاع را ملاحظہ نموده آید آن تناقض و تدافع مرتفع می گردد و لِئَلَّا
 سُبْحَانَہٗ حِکْمٌ وَ مَصَالِحٌ فِی ذٰلِکَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ

عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ قَالَ الْعَبْدُ الْمَضْعِيفُ الْجَامِعُ لِهَذِهِ
النِّكَاتِ الْبَدِيعَةِ الرَّائِعَةِ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّدِيقِ الْبَدْخَشِيِّ الْكَشْمِيِّ الْمَلَقَّبُ
بِالْهِدَايَةِ قَدْ وَقَعَ الْفِرَاقُ عَنِ تَسْوِيدِ هَذِهِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ الشَّرِيفَةِ الْمَسْمُومَةِ
بِالْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ فِي أَوَاخِرِ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ حِينَ الْإِعْتِكَافِ سَنَةِ الْفِ
وَتِسْعَةِ عَشْرٍ.

ز انقاسِ نفیسِ حضرتِ فخرِ کرامِ

این نسخه که مبدأ و معاد است بنام

در سال هزار و نوزده گشت تمام

چون کرد هدایت اقتباس از سر صدق

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر

اُجرت لینے کی شرعی حیثیت

﴿مصنف﴾

قاری محمد مجید علی محمد سیفی

کامونٹے گوجرانوالہ

مصطفیٰ آباد (ماڑی ٹھاکراں)

ناشر:-

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ حسین ٹاؤن راوی ریان شریف

0321-8401546=6686205

www.marfat.com

Marfat.com

حضرت محمد بن عبد اللہ کی ولادت کے یومِ قدیم زمانِ سرسبز مقامِ صدیقیت و
 عبدیت امام العاشقین محبوب سبحان سیدنا اخذ زاوہ
 سیف الرحمن مبارک پیرچی خراسانی کے بحرب تعویذات

بمبارک

تذکرہ

سیف القرآن والحدیث مفیدی پیر محمد عابد حسین سیفی

اردو
ترجمہ

پروفیسر حکیم مشتاق احمد عابدی سیفی

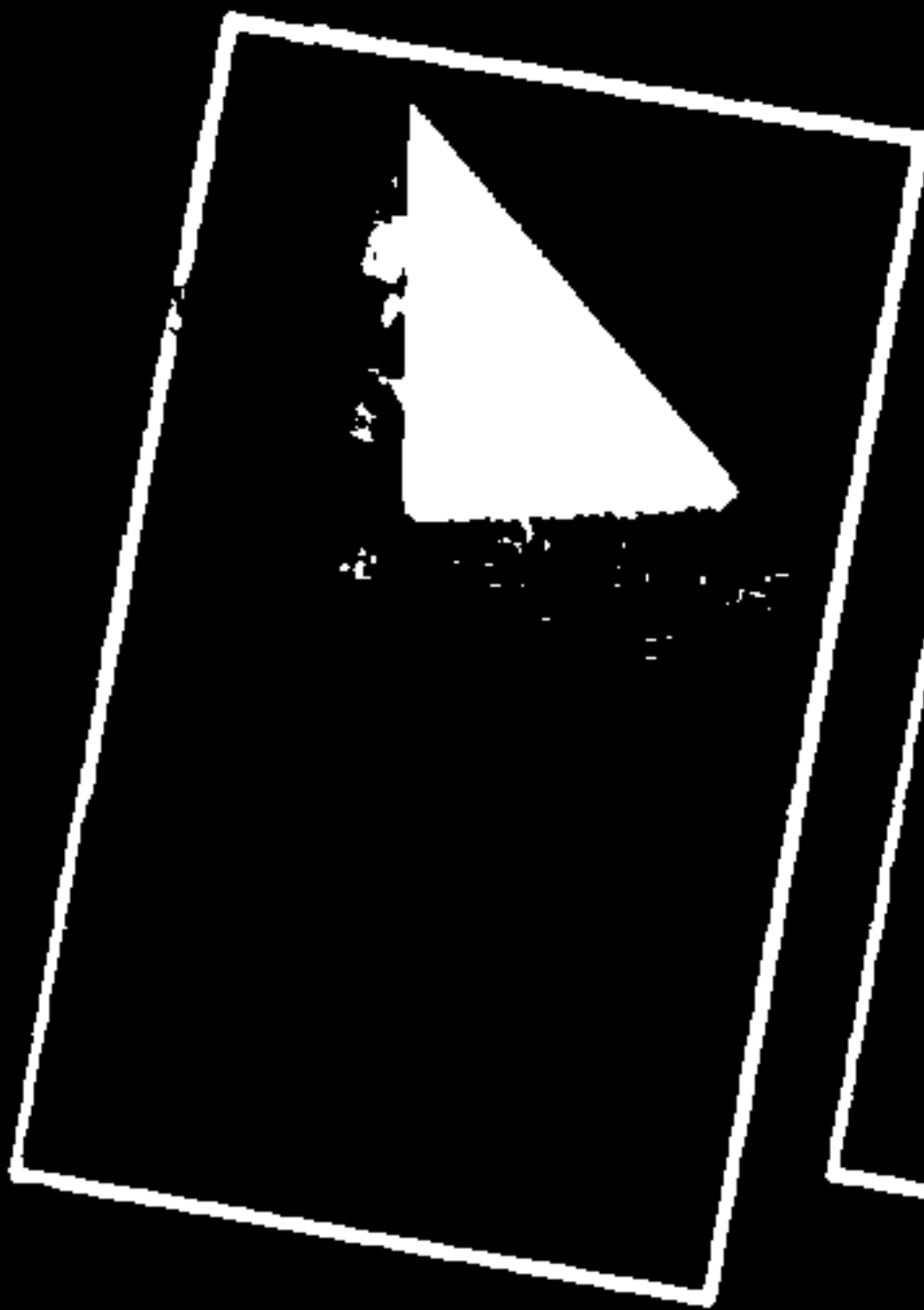
ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور

شعبہ نشر و اشاعت ○ دارالعلوم جامعہ حیلانیر

نادر آباد نسلمہ ریان روڈ لاہور کینٹ فون ۵۶۲۱۶۰۹

ہمارے دیگر مطبوعات



0321
8401546

مکتبہ تحفہ سنیہ لاہور

ناشر